جلد 16 شمارہ 7 ماہ جولائی 2014ء رمضان المبارک 1435ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت الله محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیّت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: **محمد یعقوب توحیدی**
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر: **احمد رضا خان**
0321-6400942

معاون مدیر: **خالد محمود توحیدی**
0300-7374750

نائب مدیر: **سید رحمت اللہ توحیدی**
0333-4552212

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 0344-9000042 / 055-3862835
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ❁ ❁ ❁ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

درس حدیث: عورتوں کا اعتکاف

(مولانا محمد یوسف اصلاحی)

عَنْ عائِشۃؓ قَالَتْ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہ، مِنْ بَعْدِہٖ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبیﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو اُٹھالیا، پھر آپﷺ کے بعد آپﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔''

اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر طرف سے ہٹ کر ہر مشغولیت سے توجہ ہٹا کر صرف اپنے پرورگار کیلئے یکسو ہو جائے، اس کی چوکھٹ پر آ کر پڑ جائے۔ اور صرف اسی کا ہو رہے۔ ہر وقت اس کی یاد، اسکی حمد اور اس کی عبادت ہی اس کا محبوب مشغلہ ہو۔

دین کا مقصود اصل میں یہ ہے کہ آدمی دنیا میں رہتے ہوئے اور تمام دنیوی اور بشری تقاضے پورے کرتے ہوئے اصلاً اللہ کی بندگی کیلئے زندگی گزارے، اعتکاف دراصل اسی کی مشق ہے آدمی رمضان کے آخری عشرے میں خود کو اللہ کی عبادت اور ذکر کیلئے فارغ کر لیتا ہے، اسی کے آستانے پر آ کر پڑ رہتا ہے، مسجد میں قیام پذیر ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی سے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا تعلق صرف اللہ سے ہے، اس کی زندگی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہے، اس کی جلوت و خلوت سب اللہ کیلئے ہے، وہ نمازیں پڑھتا ہے، ذکر کرتا ہے، تلاوت قرآن پاک کرتا ہے،

دینی کتب کا مطالعہ کرتا ہے، حمد و تسبیح کرتا ہے اور دنیا کے کسی دھندے سے قطعاً کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ یہ مشق اسے اسکے لئے تیار کرتی ہے کہ وہ عملی زندگی میں دنیا کے دھندوں میں مبتلا ہونے کے بعد بھی اپنی زندگی کو ان دھندوں کیلئے نہیں سمجھتا بلکہ اللہ کی بندگی ہی اس کا اصل مقصود ہوتی ہے

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ جب تک حیات رہے آپﷺ نہایت پابندی سے اعتکاف فرماتے رہے۔ اعتکاف کو روزوں سے خصوصی مناسبت ہے، روزہ ہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "روزہ خالص میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا اجر دوں گا۔" نبی اکرمﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور تا زیست اسی کی پابندی کرتے رہے، بلکہ حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ ایک سال آپﷺ اعتکاف نہ کر سکے تو دوسرے سال آپﷺ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔

ایک اور اہم بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپﷺ کے بعد ازواج مطہرات بھی برابر اعتکاف کرتی رہیں۔ عورتوں کا اعتکاف مسجد میں نہیں بلکہ گھر میں ہوتا ہے۔ گھر کے اندر نماز کے لئے انہوں نے جو جگہ مخصوص کر رکھی ہو، اسی گھر والی مسجد میں وہ اعتکاف کریں، جس طرح پیارے رسولﷺ کی پاک بیویاں پابندی اور اہتمام کے ساتھ اعتکاف کرتی رہیں۔ رمضان کے مبارک شب و روز میں ذوق عبادت بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اگر آدمی دس دن تک دنیا کے سارے دھندوں سے توجہ ہٹا کر اور ہر تعلق سے کٹ کر صرف اللہ کے لئے یکسو ہو جائے تو اس عمل کا اثر انشاءاللہ سال بھر تک وہ اپنی زندگی میں محسوس کرے گا، بشرطیکہ یہ اعتکاف صحیح نیت، صحیح جذبات اور بندگی کے عزائم کے ساتھ کیا جائے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً کے معنی ہیں کہ "سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو جاؤ" یہ سلوک کی انتہا ہے۔ بہت سے لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کو چھوڑ کر کہیں تنہائی میں جا بیٹھو اور ساری عمر اللہ اللہ میں بسر کر دو۔ اس طرح ترکِ دنیا کو رہبانیت کہتے ہیں اور رہبانیت اسلام میں منع ہے۔ اگر اس آیت کا مطلب یہی ہوتا تو حضور اکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے اور دنیا کو چھوڑ کر کہیں جنگل یا پہاڑوں میں جا بیٹھتے لیکن حضور ﷺ کی سیرت پاک گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے دنیا کو کبھی ترک نہیں کیا بلکہ آخری دم تک دنیا کے سارے کام بخوبی انجام دیتے رہے۔ اس لئے اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر رہبانیت کی زندگی اختیار کرو بلکہ یہ مطلب ہے کہ قلبی و روحانی تعلق تمہارا صرف اللہ سے قائم رہے اور ساتھ ہی دنیا کے سارے کام بھی کرتے رہو۔ حلقہ کے بہت سے احباب مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ اہل دنیا کے جتنے حقوق ہیں سب پوری طرح ادا کرو بیوی بچوں، ماں باپ، بہن بھائی، عزیز و اقارب اور ہمسایوں بلکہ تمام مخلوق خدا سے عالمگیر محبت کرو دوسری طرف کہتے ہیں کہ محبت اور دلی تعلق صرف اللہ سے رکھو تو سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہمارا دلی تعلق ہی کسی سے نہ ہو تو ہم اس سے محبت کس طرح کر سکتے ہیں اور جب محبت ہی نہ ہو تو اس کے حقوق کس طرح ادا کر سکتے ہیں۔

اہل حلقہ کا یہ اعتراض واقعی بہت وقیع ہے اور بظاہر اس کا کوئی جواب نہیں لیکن اس کا صحیح جواب زبانی طور پر دیا جائے تو پھر بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ عمل کر کے دیکھا جائے تو سمجھ میں آ جاتا ہے مجھے اپنے ذاتی اور دوسرے احباب کے تجربہ سے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ بات بالکل ممکن ہے۔ دراصل محبت کے مدارج ہوتے ہیں۔ ایک آدمی اگر سو آدمیوں سے محبت کرتا ہے

تو سب کی محبت برابر نہیں ہو سکتی۔ ہر دو آدمیوں کی محبت میں کچھ نہ کچھ کمی بیشی ضرور رہتی ہے۔ ایک ماں کے دس بچے ہیں اور وہ سبھی سے محبت کرتی ہے۔ لیکن تمام بچوں سے اس کی محبت برابر نہیں ہوتی بلکہ ہر بچے کے ساتھ اس کی محبت میں دوسروں کی بہ نسبت کسی نہ کسی قدر کمی یا زیادتی ضرور ہوتی ہے۔ کسی بچے کے ساتھ اس کی محبت معمولی ہوتی ہے لیکن کسی سے یہ محبت عشق کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ماں باپ سب سے چھوٹے بچے سے زیادہ محبت کرتے ہیں دوسروں سے اتنی محبت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا کچھ شمار نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ہر فرد سے برابر کی محبت نہیں کرتا۔ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں، اس کے بعد صحابہ عظام اور پھر اولیائے کرام وقس علیٰ ھذا بعینہ یہی حال خالق مخلوق کے ساتھ سالک کی محبت کا ہوتا ہے۔ وہ واقعی مخلوق کے ہر فرد سے محبت کرتا ہے لیکن ہر ایک کے ساتھ اسکی محبت کچھ کم یا زیادہ ہوتی ہے اور یہ کمی بیشی خاص ماحول اور خاص حالات میں ایسوسی ایشن یعنی ربط وضبط اور معیت و یگانگت کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے۔ جو جتنا زیادہ ساتھ رہتا ہے، جتنی زیادہ خدمت کرتا ہے یا ہم خیال ہوتا ہے اس سے اتنی ہی زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ یہ حالات و مواقع جس قدر کم پیش آتے ہیں اس سے اتنی محبت کم ہوتی ہے۔ محبت ہمیشہ اظہار ہمدردی اور خدمت سے ظاہر ہوتی ہے۔ جن لوگوں سے عمر بھر کبھی ملنا ہی نہ ہو ان کے ساتھ محبت کے اظہار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہوتا یہ ہے کہ دل میں مخلوق خدا خصوصاً نوعِ انسانی کی محبت کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہتا ہے جس کا اظہار ملتے جلتے یا کسی کے حالات سنتے وقت برابر ہوتا رہتا ہے۔ ایک طرف تو یہ ہوتا ہے دوسری طرف اللہ کی محبت کی آگ ہر وقت سلگتی رہتی ہے اور جب اس کو اللہ کا خیال آتا ہے یا اللہ کا نام اس کے کان میں پڑتا ہے تو وہ مخلوق کو بھول جاتا ہے اور صرف اللہ کی محبت محسوس ہونے لگتی ہے اور جب اس کو کوئی رنج یا تکلیف ہوتی ہے تو اس کا خیال رنج یا تکلیف پہنچانے والے کی طرف نہیں جاتا بلکہ یہی خیال آتا ہے کہ تکلیف اللہ کی طرف سے ہے۔ جب چوٹ لگتی ہے تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ یا اللہ یہ سزا آپ نے مجھے کس جرم کی دی ہے

جب اس کو کوئی خوشی ہوتی ہے تو سجدہ شکر بجالاتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ میں اس قابل نہ تھا یہ محض آپ کا فضل ہے۔ جب بازاروں اور محفلوں کی چہل پہل کو دیکھتا ہے تو بھی اس کو اللہ ہی یاد آتا ہے باغ میں جاتا ہے، ہوا اس کے جسم کو لگتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ خدا ہی اس کو گدگدا رہا ہے جب وہ سبزہ کو لہلہاتا پرندوں کو چہچہاتا اور پھولوں کو مسکراتا دیکھتا ہے تو ان سب میں بھی اس کو خدا ہی کا حسن جہاں افروز نظر آتا ہے۔ جب مذبح میں جانوروں اور میدان جنگ میں زخمیوں کو تڑپتا اور سسکتا دیکھتا ہے تو وہاں بھی اس کو خدا کا ہاتھ ہی کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ غرض مخلوق کا ہر فرد اس کو خدا کی یاد دلاتا اور خدا سے اس کی آتش الفت کو بھڑکاتا رہتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ جب وہ مخلوق خدا کی طرف کسی کام کے لئے متوجہ ہوتا ہے تو پوری محبت سے ان کے ساتھ پیش آتا ہے اور جب کوئی اس کے سامنے نہیں ہوتا تو اس کا دل ودماغ صرف خدا کے ساتھ مشغول رہتا ہے بقول مومن کیفیت یہ ہوتی ہے۔

؎ تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

یوں سمجھئے کہ وہ مخلوق سے جو محبت کرتا ہے اس کو اپنے خالق کی نشانی سمجھ کر کرتا ہے اس کے علاوہ وہ سوائے خدا کے نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ کسی قسم کی توقع رکھتا ہے۔ رنج یا خوشی جو کچھ بھی پیش آئے وہ اس کے خدا کا عطیہ اور انعام سمجھتا ہے اور ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہ کر خوش اور مگن رہتا ہے۔

الغرض! یہی ہے وہ کیفیت جس کو اصطلاح تصوّف میں قطع ماسویٰ اللہ کہتے ہیں اور یہی تفسیر ہے **وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا** کی۔ اس مقام تک پہنچنے کے بعد امتحانات اور آزمائشیں ختم ہو جاتی ہیں اور انعامات واکرام کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک کو کیا ملتا ہے اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں کیونکہ خدا کی نعمتیں بے شمار اور اس کا فضل ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا وہ سلوک کی ابتداء اور انتہا کی بابت تھا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان بھی بہت کچھ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیتوں میں جا بجا فرمایا ہے۔

اگر کوئی شخص صاحب مرتبۂ احسان بننا چاہے تو اس کو عبادت وذکر کے ساتھ ایک مثالی کردار بھی پیدا کرنا چاہیئے جو تزکیہ اخلاق سے پیدا ہوتا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ جب تک کسی کا اخلاق قرآن وسنت رسول اکرم ﷺ کے معیار کے مطابق نہ ہو وہ ولی اللہ تو کیا بنے گا اچھا مسلمان بھی نہیں بن سکے گا۔اس لئے جو کوئی اللہ کا قرب وعرفان حاصل کرنا چاہے اس کے لئے اخلاق کا تزکیہ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ عبادت اور ذکر۔تزکیہ اخلاق بغیر سخت کوشش اور مجاہدے کے بالکل ناممکن ہے کیونکہ پرانی بگڑی ہوئی عادات کو دور کر کے نئی پاک اور صالح عادات پیدا کرنا اگرچہ ممکن نہیں تاہم بہت ہی دشوار بات ہے۔

اخلاق کیا ہے؟

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ آپ پر آپ کے ماں باپ اہل وعیال عزیز واقارب ہمسایوں اہل محلہ،اہل شہر،اہل وطن اور اہل جہاں کے بے شمار حقوق ہیں۔ان حقوق کو اپنا فرض جان کر ادا کرنا اخلاق کہلاتا ہے۔اب اگر آپ یہ حقوق خوشی وخوش اسلوبی سے ادا کریں تو یہ خوش اخلاقی ہے۔لیکن اگر آپ یہ حقوق بددلی سے بہ مجبوری وبہ کراہت ادا کریں تو یہ بداخلاقی ہے اور اگر آپ یہ حقوق ادا ہی نہ کریں تب تو آپ انسانیت کے دائرے ہی سے خارج ہیں۔ہرگز انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔کوئی انسان اس دنیا میں دوسروں کی مدد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔آپ بھی اپنی ضروریات زندگی کے لئے دوسروں کے دست نگر ہیں۔پھر یہ کیا کہ آپ تو دوسروں کی مدد سے اپنی زندگی کو خوشگوار بنالیں لیکن خود دوسروں کی مدد نہ کریں۔دنیا میں صرف وہی قوم اور وہی معاشرہ خوش حال اور طاقتور بن سکتا ہے جس کے افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور ہر شخص دوسروں کی ہر ممکن مدد کر کے ان کو خوش حال اور طاقتور بنانے میں مدد دے۔مسلمانوں کی کمزوری اور پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے افراد گرے ہوؤں کو دو لاتیں اور لگانے اور بگڑے ہوؤں کو بالکل ہی مٹا دینے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔بڑے بڑے شہروں میں شاید یہ بات آپ کی نظر نہ چڑھ سکے لیکن دیہات میں جہاں آبادی تھوڑی ہوتی ہے

یہ نظارے آپ اپنی آنکھ سے روزمرہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے حلقہ والوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے خاندان اور برادری میں جہاں تک ان کا دائرہ اثر ہو اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ کوشش نہایت نرمی، خوبصورتی اور محبت سے کی جائے۔ ورنہ لوگ انہی کے خلاف ہو جائیں گے اور فساد بجائے کم ہونے کے اور زیادہ بڑھ جائے گا۔ اگر آپ کی کوششوں سے کسی ایک خاندان کی بھی اصلاح ہو جائے تو یوں سمجھئے کہ انشاء اللہ آپ کی نجات کا پروانہ مل گیا۔ کیونکہ یہ خیر جاریہ ہوگی اور اس خاندان کی تقلید میں دوسرے لوگ بھی اصلاح کی طرف قدم اٹھائیں گے ورنہ خود اس خاندان کے افراد تو نسلاً بعد نسلاً خوب سے خوب تر ہوتے چلے جائیں گے۔

سلوک میں تزکیۂ اخلاق کے جو طریقے رائج ہیں ان کو اصطلاح تصوف میں نفس کشی کہتے ہیں۔ نفس کشی کے لفظی معنی ہیں نفس کو ہلاک کرنا۔ ہلاک کرنے کا طریقہ یہ بتایا جاتا ہے کہ نفس جو کچھ کہے اس کے خلاف کرو۔ اگر وہ کھانے کو کہے تو بھوکا رکھو۔ ٹھنڈا پانی طلب کرے تو پیاسا رکھو یا گرم پانی پلاؤ۔ سونے کو کہے تو جاگتا رکھو وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے مذاہب کے تصوف میں نفس کشی کے طریقے نا قابل یقین طور پر سخت و درشت ہیں۔ یہ لوگ اپنے جسم کو اس قدر تکلیفیں دیتے ہیں کہ اکثر اوقات جسم نکما اور دماغ بیکار ہو جاتا ہے۔ اکثر ہندو جوگی اور سادھو گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ننگے رہتے ہیں۔ جسم کی حفاظت بالکل نہیں کرتے۔ مئی اور جون کی کڑاکے دار دھوپ میں گرم اور تپتی ہوئی ریت پر پڑے جلتے بھنتے رہتے ہیں۔ سردی میں خواہ برف پڑ رہی ہو ایک لنگوٹی باندھے جنگل میں یا کسی سڑک کے کنارے سارا موسم گزار دیتے ہیں۔ کئی کئی دن تک بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں کوئی شخص اپنا ایک ہاتھ پھیلائے برسوں کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ سوکھ جاتا ہے۔ کوئی ایک ٹانگ پر کھڑے کھڑے اپنی ٹانگ سکھا لیتا ہے۔ عیسائی راہبوں میں جسم آزاری اس سے بھی کہیں زیادہ سختی سے کی جاتی ہے۔ ایسے موٹے اون کے کپڑے پہننا جو بدن میں کانٹوں کی طرح چبھیں اور کئی کئی دن تک بھوکے پیاسے رہنا تو ان کی عادت ہے۔ لیکن بعض لوگ تو حد سے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً وہ اپنے جسم کو

کوڑوں اور زنجیروں سے پیٹ پیٹ کر لہولہان کر لیتے ہیں۔ اپنے بستروں پر کانٹے یا لوہے کی کیلیں اس طرح بچھاتے ہیں کہ نوکیں اوپر کو رہتی ہیں اور جب تک وہ لیٹے رہتے ہیں برابر چبھتی رہتی ہیں۔

دوسرے مذاہب میں بھی یہی کچھ ہے۔لیکن اسلام اس قسم کی جسم آزاری کی اجازت نہیں دیتا۔قرآن مجید میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ اپنے نفس کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اسلامی سلوک میں تو کھانے پینے پر بھی کوئی پابندی نہیں۔آپ بہتر سے بہتر اور نفیس سے نفیس غذائیں کھاسکتے ہیں۔ہاں بسیار خوری اور پرخوری البتہ منع ہے۔اتنا ہرگز نہ کھانا چاہیے کہ طبیعت بھاری ہو جائے دن سستی اور کاہلی میں گزرے اور رات کو جب اللہ اللہ کرنے کا وقت آئے تو جاگنا محال ہو جائے۔کپڑوں پر بھی کوئی قید نہیں سوائے ریشمی لباس کے۔لیکن بہتر اور افضل یہی ہے کہ سلوک کے دوران سالک سادہ کھائے، سادہ پہنے، اور ہر لحاظ سے سادہ زندگی گزارنے کی عادت ڈالے اور سپاہیانہ خصلت پیدا کرے ورنہ ایک تو سہل انگاری پیدا ہوگی دوسرے طبیعت میں ممکن ہے غرور وتکبر پیدا ہو جائے جو راہ سلوک کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

اسلامی سلوک میں نفس کشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کی جو حدود مقرر کر دی ہیں ان کو قطع نہ کیا جائے۔بجائے خود یہ کام بھی کچھ آسان نہیں۔اسکے لئے بھی سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے عام انسانوں میں نفس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ برائیوں کی طرف فوراً لپکتا ہے اور نیکیوں کی طرف بڑھنے میں سوحیل و حجت کرتا ہے۔اسلئے سالک راہ طریقت کو چاہیے کہ ایسے برے ماحول اور بری صحبت سے دور بھاگے جہاں یہ اندیشہ ہو کہ نفس کسی برائی کی طرف راغب ہوگا، نیک اور خصوصاً اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھا کرے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہوتا ہو اور اچھی باتیں بتائی جاتی ہوں۔بری صحبت آگ کی طرح ہے کہ اس میں ہاتھ ڈالو گے تو ضرور جلے گا جو آدمی بری صحبت میں رہے گا اس میں برائی پیدا ہوگی۔جو اچھی صحبت میں رہے گا اس میں خوبیاں پیدا ہوں گی۔اس کے باوجود اگر نفس میں بری خواہش پیدا ہو تو فوراً دماغ کو پاس انفاس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیجئے۔اس طرح بھی کام نہ بنے تو وضو کیجئے اور دو یا چار نفل

نماز ادا کیجئے اور استغفار کی دو ایک تسبیحات پڑھیے ۔مقصد یہ ہے کہ کسی برے کام کا ارتکاب نہ ہونے پائے ۔یہ بات کہ دماغ میں برے خیال بھی نہ آئیں یہ مبتدیوں کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو منتہیوں کا کام ہےاور یہ صفائی تو مرتے دم تک ہوتی رہتی ہے۔

اعلیٰ ترین اخلاق پیدا کرنے کے لئے چند باتوں کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔جس میں سب سے اہم چیز صبر یا قوت برداشت ہے ۔اس طاقت کے بل پر دنیاوی زندگی تو سکون و راحت سے بسر ہوتی ہی ہے، روحانی منازل و مقامات طے کرنے کے لئے یہ اور بھی زیادہ مفید و مد ہے بات یہ ہے کہ اللہ کا راستہ طے کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں زیادہ وقت اللہ کا خیال دل و دماغ میں رچا بسا رہے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ دل و دماغ تفکرات اور تکالیف سے متاثر نہ ہوں لیکن ایسا ہونا اگر چہ ناممکن نہیں بے حد مشکل ضرور ہے۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو تکلیفوں کے بیچ میں پیدا کیا ہے۔پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اور ہر وقت نت نئے غم و فکر کا مقابلہ کرتے ہوئے دل ان سے کوئی اثر ہی نہ لےمگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مشکل ترین کام بھی "**ذکر**" کی بدولت بہت آسان ہو جاتا ہے ۔ذکر سے سالک کے دل میں ایک ایسا سرور و نشہ پیدا ہوتا ہے ۔جس کے مزے میں دل و دماغ بڑے سے بڑے فکر اور صدمے کا اثر قبول نہیں کرتے ۔دوسرے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا تعلق قائم ہوجاتا ہےاور ایسی لگن لگتی ہے کہ بڑے سے بڑے صدمے اور فکر کا اثر دس پانچ سیکنڈ یا زیادہ سے زیادہ دس پانچ منٹ سے زیادہ دل و دماغ پر مسلط نہیں رہنے پاتا ۔چونکہ سالک ہر معاملے کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہےاور ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اس لئے وہ رنج و غم سے اس قدر متاثر نہیں ہوتا جس قدر عوام ہوتے ہیں ۔وہ چونکہ اللہ سے محبت کرتا ہےاس لئے اللہ کی بھیجی ہوئی کوئی چیز بھی اس کو بری نہیں لگتی۔علاوہ ازیں وہ قرآن پڑھتا ہےاور اس میں جو وعدے کئے گئے ہیں ان کی سچائی پر ایمان رکھتا ہےاسلئے وہ جانتا ہے کہ اللہ جو کچھ بھی کرتا ہے اور جو کچھ بھی بھیجتا ہے وہ اچھا ہی ہوتا ہے برا ہو ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو پاک بنائے اور تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے"۔اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کسی پر مصائب یا تکالیف ڈالتا ہے تو تکلیف و آزار پہنچانے کے لئے نہیں ڈالتا بلکہ وہ اس کو اس قابل بنانا چاہتا ہے کہ اس پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے۔ایک سالک راہ طریقت کو چونکہ قرآن کی ہر آیت پر یقین کامل ہوتا ہے اس لئے تکلیف و مصیبت کے وقت وہ اس آیت کی روشنی میں تکلیف کی بجائے الٹا سکون حاصل کرتا ہے اور یہ یقین کر کے خوش ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تکلیف و مصیبت کے بعد ضرور کوئی اچھی نعمت عطاء فرمائے گا۔یہ بات تو سبھی مانتے ہیں کہ مصیبت میں خدا خوب یاد آتا ہے۔اس لئے مصیبت اس لحاظ سے بھی اچھی ہے کہ وہ خدا کی یاد کو بڑھانے میں مدد دیتی ہے۔مصائب میں سب سے بڑی مصیبت رزق کی کمی یا فاقہ کی ہے۔سالک پر جب رزق کی تنگی ہوتی ہے یا سچ مچ ہی فاقے ہونے لگتے ہیں تب بھی وہ ہراساں نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو یاد کر کے بےفکر ہو جاتا ہے کہ میرا رزق آسمان میں ہے اور وہ مجھ کو ضرور پہنچایا جائے گا۔اسی طرح وہ بیماری سے بھی نہیں گھبراتا۔وہ جانتا ہے کہ بیماری سے گناہ ہلکے ہوتے ہیں اور خدا زیادہ یاد آتا ہے۔اسے اطمینان ہوتا ہے کہ ہر ایک مصیبت کا وقت مقرر ہے جب وقت گزر جائے گا وہ تندرست ہو جائے گا۔بیماری تو کیا وہ موت سے بھی نہیں ڈرتا ہے۔اسے معلوم ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت سے نہ ایک ساعت پہلے آ سکتی ہے نہ بعد میں۔ الغرض !وہ کسی مصیبت اور تکلیف سے اپنے دماغ کو متاثر نہیں ہونے دیتا۔بلکہ مصائب و تکالیف میں اور بھی زیادہ اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے،جس سے اس کو انتہائی سکون قلب حاصل ہوتا ہے اور اللہ سے اس کے تعلق اور قرب میں زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے۔

(اقتباس از چراغِ راہ)

نقوشِ مہر و وفا

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ - سویڈن)

قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شیطان نے اللہ سے کہا کہ

اے خداوندِ صواب و ناصواب
صحبتِ آدم مرا کردہ خراب

(اے خداوند! تو بہتر جانتا ہے کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو آدم کی صحبت خراب کر گئی ہے۔)

لوگ کہتے ہیں کہ شیطان انسان کو خراب کرتا ہے، ادھر شیطان کہتا ہے کہ مجھے انسان کی صحبت خراب کر گئی ہے۔ میں نے تو ایک ہی غلطی کی تھی، اس کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔ اس کے گناہ اور غلطیوں کا تو شمار ہی کوئی نہیں۔ یہ مجھے بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ ایک مرتبہ سیاستدانوں کی برائی کرتے ہوئے علامہؒ نے کہلوایا کہ خدایا میری ضرورت نہیں رہی اب زمین پر، اب ان کے سیاست دان جو ہیں بس یہی کافی ہیں۔ انہیں گمراہ کرنے کیلئے سیاستدان ہی کافی ہیں۔ میری اب ضرورت نہیں رہی۔ اس شعر کو اب کوئی نہیں پڑھتا۔ اسی طرح کہتا ہے کہ

اے خدا یک زندہ مردِ حق پرست
لذتے شاید کہ یابم در شکست

(اے اللہ! ایک مردِ حق جو حق پرست ہو، زندہ مرد، وہ مل جائے مجھے کہیں سے، کوئی تو ملے۔ وہ مجھے شکست دے دے تو شاید مجھے مزا آ جائے زندگی کا کہ کسی نے مجھے گرایا ہے۔)

میرا کوئی زور (کشتی) کرائے، مجھے بھی کوئی ڈھا دے (گرا دے۔) شاید مجھے بھی لذت آئے کہ کسی نے تو میرے ساتھ کشتی کی۔ شاید مجھے شکست میں ہی مزا آ جائے۔

یہ سب کمزور کمزور سے ہیں، مجھے بھی کوئی مزہ نہیں آیا۔کئی بندے ہیں، کسی نے میرا زور نہیں کرایا۔ کوئی پہلوان آئے! میرا زور کرائے، مجھے تھکائے ذرا۔ جب پہلوان کے اکھاڑے پر جاتے ہیں تو وہاں جن لڑکوں کو کشتیاں سکھاتے ہیں، بڑے پہلوان دو دو، تین تین کو کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ دو دو، تین تین لڑو۔ وہ گراتا ہے ان کو، پھر اُٹھ کے آتے ہیں۔ اسی طرح وہ (شیطان) کہتا ہے کہ کوئی تگڑا بندہ آئے جو مجھے وقت کرائے اور میں اسے سیدھا کروں۔ ایسا بندہ آئے جو میرا زور کرائے۔

لذتے شاید کہ یابم در شکست

شاید مجھے شکست میں ہی مزا آجائے کہ ایک بندہ کوئی حق پرست تھا۔

علامہؒ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ اتنی آگ جو جلائی جا رہی ہے میرے لئے آخر کس لئے؟ کوئی بندہ ہے ہی نہیں میرے مقابلے کا۔

بابا جی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بھی کہتے تھے کہ گیٹ پر اللہ نے توحید کا محافظ (گارڈ) کھڑا کر رکھا ہے۔ توحید کا گارڈ کھڑا ہے اس کو حکم ہے کہ کسی کو اندر نہیں آنے دینا، تم ہی اس کو Engage کر لینا۔ اسے پٹڑی سے اتار کر کسی لائن پر لگا دو۔ وہ اندر نہ آئے۔ جو بھی ادھر آتا ہے، شیطان اس کو پکڑ کے کہتا ہے۔ ''ہٹ''۔ جیسے گارڈ کھڑے ہوتے ہیں۔ .Who comes? Hands up کون ہے؟ کس لئے آئے ہو؟'' جو بھی ادھر آتا ہے وہ Hands up کرا دیتا ہے۔ کہتا ہے۔''کہاں جی؟ کیا کام ہے؟'' وہاں آنے والا کہتا ہے۔ ''اللہ میاں سے ملنا ہے۔'' گارڈ کہتا ہے۔''کس لئے ملنا ہے؟ خدا سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ وہ تفریح میں بیٹھے ہیں، وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔ تم بات بتاؤ، کام کیا ہے؟ پیسہ چاہیے؟ شہرت چاہیے؟ عزت چاہیے؟ نیک نامی چاہیے؟ دنیا میں نام چاہیے؟ تمہارا نام بولے؟ عالم یا فاضل یا جو بھی بات کرو تم۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟'' آنے والے کو کچھ نہ کچھ اس لسٹ میں مل جاتا ہے

اور وہ کہتا ہے کہ "مجھے یہ چاہیے۔" پھر گارڈ کہتا ہے کہ "صاحب کو ملنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں مل جائے گا۔ جاؤ۔" پرچی لکھ کے مہر لگا دیتا ہے کہ کل سے تمہارا کام شروع۔ پیسہ ہی پیسہ ہے، شہرت ہی شہرت ہے، جو چاہتے ہو مل جائے گا۔ اس کے پاس انسانی ہوا و ہوس کے جتنے بھی سماں ہیں، وہ ساری لسٹ ہوتی ہے، پڑھ کے سناتا ہے۔ کوئی نہ کوئی آئیٹم (Item) اس کے مطابق نکل آتا ہے۔ شیطان ہی مہر لگاتا ہے کہ جاؤ کل سے تمہارا کام شروع۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی بندہ آجاتا ہے۔ وہ (شیطان گارڈ) ساری لسٹ پڑھتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ "میری ان سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے، مجھے صاحب سے محبت ہے اور میں نے انہی سے بات کرنی ہے۔ مجھے یہ جو تم سب پڑھ کے سنا رہے ہو اس میں سے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔" تو پھر وہ انٹرکام پہ بات کرتا ہے اللہ میاں سے کہ "اللہ میاں! ایک بندہ آیا ہے جو میرے قابو میں نہیں آرہا۔ میں نے ساری لسٹ پڑھ دی ہے اور وہ کہتا ہے کہ ان سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔" "بابا جی" کہتے ہیں کہ پھر اللہ میاں کہے گا کہ "چلو، اس کے پاس پر مہر لگا دو کہ مجھ سے بڑھ گیا ہے، میرے قابو میں نہیں آتا۔ تم لگا دو Stamp اس پر کہ مجھ سے زائد ہے۔ آنے دو اس کو۔ دروازہ کھولو اور سیلوٹ کرو اس کو۔"

قرآن مجید میں ایک آیت ہے کہ شیطان کو ہم نے تم پر اس لئے طاقت دی کہ تمہارا امتحان ہو جائے کہ کون یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس پر شک میں ہے۔ کون پکا مومن ہے اور کون کچا ہے۔ اس گارڈ کو اس لئے درمیان میں کھڑا کیا گیا ہے۔ شیطان جو ہے وہ اللہ کے خلاف نہیں ہے، وہ ہمارے ٹیسٹ کیلئے ہے۔ اللہ کے خلاف وہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ اس کی مخلوق ہے۔ سب کو وہ پیدا کرتا ہے۔ اسے ہمارے خلاف کھڑا کیا ہے۔ کہا ہے کہ تمہارا دشمن ہے۔ وَاتَّخِذْهُ عَدُوًّا۔ وہ تمہارا دشمن ہے اور اسے دشمن ہی سمجھنا۔ اس سے غافل نہ ہونا۔ یہ ہمارا امتحان ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا خط بنام: لیاقت علی۔چوک اعظم

مورخہ: 04.03.1994

رمضان شریف کی آپ کی حاضری منظور ہوگئی۔اُمید ہے اللہ کے فضل سے کیفیت بھی بہتر ہو چکی ہوگی۔مال تو آپ کا خط ملنے کے ساتھ ہی روانہ کر دیا تھا۔

کیفیات ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتیں، نہ ہی رہنی چاہیے۔ جیسے دن رات،سونا جاگنا، کھانا کھانا اور پھر بھوک لگنا ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور صحت مند زندگی کی علامت ہیں اسی طرح روحانی قبض اور بسط بھی ضروری ہوتی ہیں ۔اگر چہ طالب کیلئے یہ عرصہ بڑا ناخوشگوار اور زندگی بے مقصد اور خالی خولی محسوس ہوتی ہے پھر بھی گھبرانا نہیں چاہیے اور اپنے معمولات زیادہ پابندی کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔ یہ دوستی تو نہ ہوئی کہ نشہ رہے تو اللہ اللہ ہوتی رہے لیکن نشہ باقی نہ رہے تو پیار میں کمی آجائے۔

دوست احباب کی باتیں بعض دفعہ دکھ دیتی ہیں تو ایسی کیفیت ہو جاتی ہے ۔ آہستہ آہستہ برداشت کی عادت پیدا کرنی چاہیے۔ہر آدمی اپنی اپنی سمجھ،سوچ،علم،تجربہ اور ذہنی و روحانی بناوٹ کے مطابق بات کرتا ہے اور اسے اس بات کا حق ہوتا ہے ۔اِس سے دنیا میں رنگا رنگی ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

والسلام

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: لیاقت علی۔چوک اعظم

مورخہ: 10.12.1994

سلسلہ ہائے تصوّف میں بزرگان کی تعلیم کے عین مطابق چلنے میں بڑی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور سلسلہ کے بزرگوں کا فیض کثیر حاصل ہوتا ہے۔اگر کوئی صاحب تعلیم میں ردّ و بدل کردیں تو فیض بند اور نسبت منقطع ہو جاتی ہے۔''

قبلہ حضورؒ کی محبت میں نوافل پڑھ کر جو ایصال ثواب کرتے تھے اگر بند کردیئے ہیں تو کوئی حرج نہیں ۔روزانہ ذکر کے بعد جو ایصال ثواب ہوتا ہے اس میں خصوصی طور پر آپؒ کیلئے دعا ہو جاتی ہے وہ کافی ہے۔

بانئ سلسلہ نے جب درود شریف تسبیح پر پڑھنے کا حکم صادر فرمایا تھا تو یہی ہدایت فرمائی تھی کہ کوئی سا بھی مختصر سادہ درود شریف پڑھ لیا جائے۔یعنی درود شریف کی تخصیص نہیں فرمائی۔ پھر بھی جب میں ایک دفعہ لاہور گلبرگ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ تسبیح پر درود شریف کا ورد فرما رہے تھے۔خود ہی فرمایا کہ "میں تو صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ یا رَسُوْلَ اللّٰہ" پڑھتا ہوں۔مجھے یہ اچھا لگتا ہے۔شاید اس لئے کہ اس میں دو مرتبہ اللہ کا نام بھی آ جاتا ہے"۔میں نے اسی دن سے آپؒ کا فرمان سن کر اسی کو اپنا لیا اور بھائیوں کو بھی یہی بتاتا ہوں۔اگر چہ آپؒ نے حکم نہیں فرمایا تھا صرف بتایا تھا۔آپ بھی یہی پڑھ لیا کریں یا اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یا رَسُوْلَ اللّٰہ بھی پڑھ سکتے ہیں جو جی کو زیادہ اچھا لگے وہی اپنا لیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی راہ پر اسی طرح استقامت سے نوازتا رہے اور اپنے حبیبﷺ کی اتباع پر قائم فرمائے اور اپنی معرفت اور قرب سے نوازے۔آمین۔سب برادران کو سلام کہہ دیں اور سلسلہ کی تعلیم کو متعارف کروانے کیلئے محنت کریں تاکہ سلسلہ کو وسعت نصیب ہو اور اللہ کی رحمت اہل پاکستان کے شامل حال ہو جائے۔

والسلام

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: محمد قاسم (ملتان)

مورخہ:28-07-2012

میں ہر خط کا جواب ضرور لکھتا ہوں ہوسکتا ہے بیماری یا گرمی کی وجہ سے جواب نہ دے سکا اور خط اِدھر اُدھر ہوگیا۔ اس لئے معذرت خواں ہوں۔ قرآن کریم کا درس سننا مبارک ہو۔ اس سے اچھی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ یہ خیال رکھنا کہ لوگ اپنے اپنے مسلک پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اسی سے متعلقہ آیات ہی بیان کرتے ہیں۔ اس بات سے بالا ہوکر اگر کوئی عالم قرآن کی تفسیر وتشریح بیان کرے تو یہ اُمر اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ خود بھی گھر میں قرآن کی خاص طور پر ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ ترجمہ کے ساتھ تلاوت کرنا باعث سعادت ہے۔ تاکہ ہم پر اللہ کا رنگ چڑھ جائے۔ آپ کے کاروبار اور رزق میں وسعت کیلئے دُعا میں تو کوتاہی نہیں ہورہی۔ منظوری تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لگتا ہے آپ کو بھٹی میں تپا کر کندن بنایا جارہا ہے۔ اللہ تعالٰی آپ کو رزق حلال سہولت کے ساتھ اور وسعت کے ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنا ہرگز مناسب نہیں ہوتا۔ بانی سلسلہؒ کا فرمان ہے کہ جب بیکار ہو تو جو بھی کام سامنے آئے خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو اسے قبول کرلو اور کبھی نہ سوچو کہ یہ گھٹیا کام میری شان کے خلاف ہے۔ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ آپ کوشش کریں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ بانی سلسلہؒ **یَا اللّٰهُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی** روزانہ عشاء کے بعد 160 مرتبہ پڑھنے کا بتایا کرتے تھے۔ وَ اللّٰه خَیْرُ الرَّازِقِین۔

والسلام!

ماہ رمضان اور تقویٰ

(پیر خان توحیدیؔ)

رمضان کا مبارک مہینہ ایک مرتبہ پھر اپنی پوری رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ نیکیوں کا موسمِ بہار بن کر ہمارے اوپر سایہ فگن ہے۔ یہ مہینہ ہر سال آتا ہے غفران عام کی بارش برسا کر ہم سے رخصت بھی ہو جاتا ہے۔ زندگی کی سب سے بڑی حقیقت یہی ہے کہ وقت ہے کہ تھمتا نہیں نعمتوں کی بارش ہو رہی ہو، خوشیوں کا دلکش موسم ہو راحتوں و فرحتوں سے ہمارا آنگن بھر رہا ہو یا پھر مصائب و مشکلات دکھ درد رنج واندوہ کے بادل چھارہے ہوں، حالات ایک جیسے کبھی نہیں رہتے۔ گذرتا ہر لمحہ قرآن کی اس پکار کا امین ہے کہ **'وَالْعَصر'** یعنی غور کرو وقت اور زمانے کے تیزی سے گذرنے اور بدلنے پر تم خسارے میں ہو البتہ وہ لوگ جو اپنے ربّ پر ایمان لائے، نیک اعمال کئے حق اور صبر کی تلقین کی وہ بچ گئے۔

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی زندگی کا کوئی اور سچ ہو نہ ہو اس کی موت اس کی زندگی کا سب سے بڑا سچ ہوتا ہے۔ یہ بات کہ دنیا فانی ہے، میں فانی ہوں ربّ کو پہچان لینا اس کو مان لینا ایمان کی شرط لازم تو ضرور ہے لیکن یہ سمجھ بیٹھنا کہ ایمان کا اظہار ہی کافی ہے نہ صرف ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے بلکہ اپنے آپ کو دھوکہ اور فریب دینے کے مترادف ہے۔ **سورۃ عنکبوت** میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں'' اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون اور کیا وہ لوگ جو بری حرکتیں کر رہے ہیں یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے، بڑا غلط حکم ہے جو وہ لگا رہے ہیں جو کوئی اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

یہ دنیا کا قانون تو ہوسکتا ہے کہ اقرار باللسان سے جان خلاص ہو جائے لیکن بارگاہِ خداوندی میں عدل کا تقاضا یہی ہے کہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز اعمال کی بنیاد پر ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ ملک میں تخلیق انسان پر روشنی ڈالتے ہوئے یہی مقصد تو بیان فرمایا کہ اس نے موت پیدا کی تا کہ اس کے آنے تک جو مہلت حیات ہم کو عطا کی گئی وہ اس میں آزمائے کہ ہم میں سے کون کون اچھے اعمال کرتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو رمضان کے روزے اسی احساس کو پروان چڑھانے کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اہل ایمان! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تا کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار تقویٰ کا ذکر فرمایا لیکن خصوصی طور پر تقویٰ کو روزے کا حاصل بنا کر یہ باور کر دیا کہ بندہ مومن اور زیادہ دلجمعی اور یکسوئی، اطمینان قلب اور نشاط کے ساتھ روزے کا اہتمام کرے۔ یہ الفاظ ایک کسوٹی بھی ہیں تا کہ ہر روزہ رکھنے والا شخص اپنی زندگی پر نگاہ رکھے اور جائزہ لیتا رہے کہ روزہ رکھ کر اس کی زندگی تقویٰ سے آراستہ ہو رہی ہے کہ نہیں۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ کے بہت سے معنی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو، نیکی کی راہ پر بڑھنا اور دوڑنا آسان ہو اور برائی کی راہ پر چلنا دشوار ہو جائے تقویٰ ہی دراصل زندگی کی اصل رونق اور بہار ہے۔ اس سے آدمی پر ہدایت کی راہیں کھلتی ہیں اور اللہ نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے۔ غیر متقی انسان کا کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔ بے شک دوسری عبادات سے بھی تقویٰ حاصل ہوتا ہے مگر روزے کو تقویٰ سے خصوصی مناسبت ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو روزے کا حاصل قرار دیا ہے۔ ہم رمضان میں اپنے کھانے پینے کی جائز اور فطری ضروریات سے رُک گئے صرف اس لئے کہ اللہ نے ہم سے اس کا تقاضا کیا۔ خواہش کے باوجود نہ کھلے نہ چھپے کچھ کھایا اور پیا۔ وسائل موجود تھے اور ان پر اختیار بھی تھا لیکن صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی رضا اور خوشنودی کی خاطر ہم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا یہ ثابت کرتا ہے کہ ہمارے اندر قوت ارادی اور قوت برداشت بدرجہ اتم موجود ہے جس سے ہم ایسے کاموں سے رُک جائیں

جواللہ کو ناپسند ہیں اوران اعمال کی طرف دوڑیں جواللہ کو محبوب ہیں ۔یہی وہ احساس ہے کہ اللہ دیکھ رہاہے اور وہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے، جب پروان چڑھتا ہےتب ہی ہم قرآن کی ہدایت جس کا نزول رمضان المبارک میں ہوا کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

رمضان کا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں جس کے معنی ہیں کسی چیز سے رک جانا اور اسے چھوڑ دینا۔شریعت کی اصطلاح میں صوم سے مراد صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضروریات پوری کرنے سے باز رہنا ہے۔روزہ فرض عین ہے جو کوئی اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہے اور جو کسی شرعی عذر کے بغیر نہ رکھے گا وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔روزے کی اہمیت واضح فرماتے ہوئے نبی اکرمﷺ نے فرمایا''جو شخص کسی عذر یا مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑے گا وہ اگر ساری عمر بھی روزے رکھے تب بھی اس کی تلافی نہیں کرسکتا''۔روزے کا وہ عظیم مقصد جو تقویٰ کہلاتا ہے اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب روزہ پورے شعور اور احساس کے ساتھ رکھا جائے اور تمام مکروہات سے اس کی حفاظت کی جائے، جن کے اثرات سے روزہ بے جان ہوجاتا ہے۔نبی کریمﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ ''جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں اپنی آنکھوں اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضاءِ جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روکے رکھے'' آپﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ رہا تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں اور کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ روزے سے ان کو بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

روزہ مومن کی وہ ڈھال ہے جو مومن کو دنیا میں شیطانی حملوں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی ہے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچاتی ہے روزہ دار کا ہر لحظہ اس فکر اور سوچ میں گذرتا ہے اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اور وہ خود اپنا محاسب بن کے جسم کے سارے اعضاء کو اللہ کی نافرمانی سے روکنے کے لئے مستعد ہوجائے۔

اس طرح مسلسل ایک ماہ کی تربیت سے مومن روزہ دار اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے سرکش نفس کو لگام ڈال کر برائیوں سے بچ سکے اور عید کا چاند اس کے لئے یہ نوید لے کر آئے کہ پورے سال تک اس کے تقویٰ کے اثرات اس کے اعمال پر قائم رہیں گے اور اس کا نفسِ اَمّارہ نفسِ مطمئنہ کے مقام پر پہنچ جائے اور صحیح معنوں میں تقویٰ والا مومن بن جائے۔

حضرت سلیمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ نبی اکرمﷺ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ اے لوگو! ایک بڑی عظمت والا بڑی برکت والا مہینہ قریب آ گیا ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور تراویح پڑھنا نفل کر دیا ہے جو شخص اس مہینے میں کوئی ایک نیک کام اپنے دل کی خوشی سے کرے گا تو وہ ایسا ہو گا جیسے رمضان کے سوا اور مہینوں میں فرض ادا کیا اور جو اس مہینے میں فرض ادا کرے گا تو گویا رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ ایسا مجموعہ حسنات و برکات ہے جس کا ایک ایک لمحہ سعادت اندوزی اور آخرت کی بھلائی کے لئے بیش قیمت اور قابل قدر ہے اس کا اوّل و آخر و اوسط سب مبارک و مقدس اور انوار و تجلیات سے معمور ہے اس کے دن رات برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال ہیں۔ اس ماہ کا پہلا عشرہ نعمتوں سے معمور ہے درمیانی عشرہ رحمتوں اور مغفرتوں سے بھرپور ہے اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی عطا کرنے والا ہے اس ماہ میں معصیت و شقاوت کے شیطانی جذبات اور تخیلات پر موت طاری ہو جاتی ہے نورِ ہدایت کی روشنی کائنات کے ذرے ذرے پر چھا کر اسے منور کر دیتی ہے اس مہینہ کی بے شمار فضیلتیں اور غیر محدود برکات ہیں ایک سب سے بڑی فضیلت و بزرگی یہ ہے کہ اس کی جملہ مقدس راتوں میں سے ایک ایسی بابرکت رات ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے جو شب قدر اور لیلۃ القدر کے نام سے موسوم ہے یہ رات آخری عشرہ کی کوئی بھی طاق رات ہو سکتی ہے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ یہ رات رمضان کی

ستائیسویں شب ہے۔اس رات کومخفی رکھنے کے بارے میں امام رازیؒ نے اس کی چار وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر چیزوں کی طرح اس کو بھی مخفی رکھا ہے تا کہ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم وتکریم ہو خصوصی طور پر آخری عشرہ کی تمام راتوں میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر اللہ کا قرب حاصل ہو۔

۲۔ اللہ اپنے بندوں کی گناہوں پر دلیری جانتے ہیں اس لئے اگر یہ رات متعین ہوتی اور لوگ اس رات کو بھی گناہوں کا ارتکاب کرتے تو وہ سخت عذاب کے مستحق ہوتے۔

۳۔ تا کہ اس رات کی تلاش کرنے والوں کو مشقتِ تلاش وجستجو اور اجتہاد کا ثواب ملے۔

۴۔ طالب عبادت اس رات کے حاصل کرنے میں رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم وتکریم کرے اور حتی الامکان عبادت میں مشغول رہے کیوں کہ ایسے بندوں کی شانِ اطاعت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

اس ماہ کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی بہت اہمیت بیان ہوئی ہے۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے وفات تک آپ کا یہی معمول رہا وفات کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہتمام کے ساتھ اعتکاف کرتی رہیں۔ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا ثواب دو مقبول حج اور دو مقبول عمروں کے برابر ہے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے جبکہ کسی شرعی عذر پر روزہ توڑنے یا چھوڑنے پر قضاء لازم ہوتی ہے۔ **کفارہ** : ایک روزے کے بدلے ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

قضاء:ہر روزے کے بدلے ایک روزہ رکھے یا ایک مسکین کو پیٹ بھر کر صبح وشام کھانا کھلائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ ماہِ صیام کے روزے رکھنے کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے۔(آمین)

بیعت کی حقیقت

(امام غزالیؒ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "اے محمد ﷺ بے شک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں"۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے، بیعت کرنے کے بعد جس نے عہد شکنی کی تو اس عہد شکنی کا وبال اس کے نفس پر ہوگا اور جس نے اپنے عہد کو جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا تھا پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو عنقریب بہت بڑا بدلہ دے گا)۔ نیز مشہور احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کیا کرتے تھے۔ کبھی یہ بیعت ہجرت کے لیے ہوتی، کبھی جہاد کی غرض سے، بعض اوقات ارکان اسلام کو پابندی سے ادا کرنے کے لیے بیعت کی جاتی تھی، کبھی میدان جنگ میں کفار کے خلاف ثابت قدمی کے ساتھ لڑنے کے لیے بیعت کی جاتی تھی۔ کبھی میدان جنگ میں کفار کے خلاف ثابت قدمی کے ساتھ لڑنے کے لیے بیعت کی صورت میں عہد و اقرار ہوتا۔ اور کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے، بدعات سے بچنے اور طاعات وعبادات کو زیادہ سے زیادہ شوق ورغبت سے کرنے کے لیے بھی بیعت لی جاتی تھی۔ اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے انصار کی عورتوں سے مُردوں پر نوحہ نہ کرنے کی بیعت لی تھی۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فقرائے مہاجرین میں سے ایک جماعت سے اس امر کی بیعت لی تھی کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان کی یہ حالت تھی کہ ان میں سے اگر کسی کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تو وہ خود گھوڑے سے اتر کر اسے اٹھاتا لیکن اس کے لیے کسی سے سوال نہ کرتا۔

اس بات میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ سے کوئی ایسا فعل ثابت ہوا جو آپ ﷺ نے بطور عبادت کے کیا۔ اور آپ ﷺ نے اس کے متعلق خاص اہتمام فرمایا۔ تو وہ فعل سنت سے کم درجہ کا نہیں سمجھا جائے گا۔ اب صورت یہ ہے کہ رسول ﷺ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے

خلیفہ تھے اور اس نے قرآن میں جو کچھ نازل فرمایا، اس کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ نیز آپ ﷺ قرآن و سنت کی تعلیم دیتے تھے اور اپنے پیروؤں کے اخلاق سدھارتے تھے۔ چنانچہ خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے جو کچھ آپ ﷺ نے کیا وہ بعد میں آپ ﷺ کے خلفاء کے لیے سنت بنا اور جو بحیثیت قرآن اور حکمت کے معلم ہونے اور امت کے اخلاق سدھارنے کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہ بعد میں علمائے راسخین کے لیے سنت بنا۔

بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ بیعت صرف خلافت تک محدود ہے اور صوفیاء جو اپنے مریدوں سے بیعت لیتے ہیں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے اس سلسلے میں ہم بتا چکے ہیں کہ نبی ﷺ کبھی ارکان اسلام پابندی سے ادا کرنے کے لیے بیعت لیتے تھے اور کبھی سنت پر مضبوطی سے عمل کرنے کے غرض سے بھی بیعت لی جاتی تھی۔ صحیح بخاری کی یہ حدیث اس امر کی شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے جریرؓ سے بیعت لی اور بیعت لیتے ہوئے فرمایا۔

''تم پر ہر مسلمان کی خیر خواہی لازم ہے'' یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے انصار سے بیعت لی اور ان سے یہ شرط کی کہ وہ خدا کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ اور جہاں بھی ہوں حق بات کہیں۔ چنانچہ ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ امراء اور ملوک کے روبرو برملا طور پر غیر حق کی تردید اور اس کا انکار کرتے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی کہ وہ مُردوں پر نوحہ نہیں کریں گی۔ الغرض یہ سب معاملات جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے بیعت لی ان کا شمار خلافت میں نہیں ہوسکتا بلکہ ان کا تعلق تزکیہ اخلاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔ یعنی ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ بیعت محض خلافت تک محدود نہیں۔

بیعت کے معاملے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک بیعت خلافت ہے اس کے علاوہ ایک بیعت اسلام بھی ہے پھر تقویٰ پر مضبوطی سے قائم رہنے کی

بیعت ہے جہاں تک کفر سے اسلام میں داخل ہونے کے وقت بیعت لینے کا تعلق ہے یہ بیعت خلفاء کے زمانے میں متروک رہی ۔خلفائے راشدین کے عہد میں تو اس لیے اس بیعت کا رواج نہ تھا کہ ان کے زمانے میں زیادہ تر لوگ غلبہ وقہر اور تلوار کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے نہ کہ تالیفِ قلوب اور دلیل و برہان کے ذریعہ سے اور نہ وہ اپنی مرضی اور شوق سے اسلام میں داخل ہوتے تھے ۔اس لیے ان سے اسلام قبول کرتے وقت بیعت کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔باقی رہا خلفائے راشدین کے بعد کا زمانہ اس میں بیشتر خلفاء ظالم اور فاسق ہوئے جن کو سنت کے قیام کا کوئی خیال ہی نہ تھا ۔چنانچہ جس طرح بیعت اسلام زمانہ خلفاء میں متروک رہی اسی طرح تقویٰ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لیے بیعت لینے کا بھی اس عہد میں رواج نہ تھا ۔خلفائے راشدین کے زمانے میں بیعت تقویٰ اس لیے متروک رہی کہ اس وقت صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے ۔جنہوں نے نبی ﷺ کی صحبت سے فیضان نور کا اکتساب کیا تھا اور آپ کے سامنے تربیت پائی تھی ۔ظاہر ہے انہیں اس امر کی حاجت نہ تھی کہ تقویٰ پر قائم رہنے کے لیے خلفاء سے بیعت کرتے ۔لیکن خلفاء کے زمانے میں بیعت تقویٰ اس لیے متروک رہی کہ اس سے امت میں انتشار پھیلنے کا خوف تھا ۔کیونکہ بیعت تقویٰ پر خلافت کی بیعت کا بھی گمان ہو سکتا تھا ۔اور اس سے فتنے اٹھنے کا امکان تھا ۔اس زمانے میں صوفیا کے ہاں یہ دستور تھا کہ وہ بیعت کے بجائے خرقہ کو اس کا قائم مقام بناتے تھے ۔لیکن ایک وقت آیا جب خلفاء میں بیعت خلافت کی رسم ختم ہو گئی تو صوفیا نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے مریدوں سے بیعت لینے لگے اور انہوں نے اس سنت کو مضبوطی سے پکڑ لیا باقی اللہ بہتر جانتا ہے ۔

سنہری یادیں

(عزیز عارف)

یوں تو قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے گلشن توحید کے سبھی پھول اپنی اپنی جگہ خاص مقام کے حامل ہیں مگر دستور زمانہ ہے کہ گلشن میں کبھی کوئی خاص پھول نمودار ہوتا ہے جسے امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔وہ اپنے رنگ و مہک میں خاص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ جاذب نظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے گرد و پیش کو بھی معطر کر دیتا ہے۔ایسا ہی ایک منفرد پھول مثل قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی صورت میں بانی سلسلہ توحیدیہ کے گلشن میں 1959 میں زینت گلشن بنا۔ محض 24 سال کی عمر اور بھرپور جوانی کا دور! اسی سال آپ قبلہ انصاری صاحبؒ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے اور جوانی کی توانائیوں کو ایک مشن سمجھ کر ذوق اور ولولے سے استعمال کرتے ہوئے 1961ء میں کم و بیش ایک سال کے عرصہ میں ہی آپ کو خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے اپنا مجاز مقرر فرمایا۔ **ایں سعادت بزور بازو نیست**

چونکہ آپؒ کی ملازمت پاکستان ایئر فورس میں تھی اور ایئر فورس کی روٹین ہے کہ ضروریات کے تحت مین پاور کو بذریعہ پوسٹنگ دوسرے مقام پر شفٹ کیا جاتا ہے یوں آپ جہاں بھی تعینات رہے آپؒ نے حلقہ کی خوب خدمت کی۔سلسلہ کی تعلیم کو بطریق احسن انجام دیا اور برادران کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا۔

آپؒ کی حیات مبارکہ شروع ہی سے مجاہدانہ اوصاف سے متصف تھی۔ہمیشہ آپؒ کی نظر ٹاپ پر ہوتی تھی۔1972ء تک تحریک توحیدیہ میں شامل برادران کی تعداد اچھی خاصی ہو چکی تھی۔ اور قبلہ انصاری صاحبؒ نے بہت سے بھائیوں کو بزرگ ڈیکلیئر کیا تھا۔ چنانچہ ملتان میں منعقدہ سالانہ کنونشن پر بھائیوں کو بالعموم اور بزرگ بھائیوں کو بالخصوص اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ اب آپ سلسلہ کی تعلیم کی تبلیغ و اشاعت کا کام زبانی دعوت کے ذریعے بھی کر سکتے ہو۔یاد رہے کہ

اس سے قبل محض دعا سلام اور پیار کے ساتھ ساتھ باطنی توجہ سے کام چلتا تھا۔ جسکے لئے "ٹیکہ لگانا" کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو 1972ء میں کورنگی کریک کراچی میں سکول آف ایئر ونانکس میں بطور انسٹرکٹر پوسٹ کیا گیا۔ وہیں اس کے ساتھ ہی سکول آف الیکٹرونکس بھی واقع ہے۔ ہر دو اداروں میں نوجوان اپنے اپنے ٹریڈ کی ٹریننگ لیتے ہیں۔ بابا جی نے نوجوانوں کو سلسلے کی تعلیمات سے روشناس کرانے میں کلیدی کردار ادا فرمایا اور 1973ء میں جب ایک مرتبہ پھر سالانہ کنونشن ملتان میں منعقد ہوا تو ائرفورس کے بہت سے نوجوان بھائی قبلہ محمد صدیق ڈارؒ صاحب نے انصاری صاحبؒ کے سامنے بیعت کے لئے پیش کئے تو بانی سلسلہ بہت خوش ہوئے اور قبلہ ڈار صاحبؒ کے کام کو سراہا۔

آپؒ کو ایئرفورس نے جو سرکاری گھر دیا تھا وہاں بھائیوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ رات گئے تک پریم کی محافل جاری رہتی تھیں۔ حلقہ ذکر والے دن یا "ویک اینڈ" پر دوسرے حلقوں سے بھائی بھی آ جایا کرتے تھے۔ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ رات کب گزر گئی۔ آپؒ نہایت حکیمانہ اور شیریں انداز بیاں سے تعلیم پیش فرماتے تھے ساتھ فیض کا ٹیکہ بھی ایسا لگاتے تھے کہ حاضرین محفل مسحور و مدہوش ہو کے اٹھتے تھے۔ کراچی میں اس دور میں تقریباً سات حلقے قائم تھے۔

ہر ماہ ایک مرکزی حلقہ ذکر کا انعقاد ہوتا تھا۔ اور کورنگی کریک جو جناب قبلہ ڈارؒ کا حلقہ تھا، سے کم و بیش سو بندے شریک ہوتے تھے۔ ایئر فورس سے دو خصوصی کوچز (بڑی بسیں) بابا جان منظور کرا لیا کرتے تھے اور خوب رونق رہتی تھی۔

آپ نے زندگی بھر کوئی لمحہ ضائع نہیں فرمایا اور سلسلہ کی تعلیم من وعن پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے "<u>جب تعلیم کو ٹھوک بجا کر دیکھ لیا تو پھر پیچھے مڑ کر کیا دیکھنا۔ ذکر میں کبھی ناغہ نہ کرو</u>۔ ورنہ سلوک کی گاڑی کوئٹہ جا رہی ہے اور ذکر کا ناغہ کرو گے تو گویا ایک انجن اتار دو گے گاڑی ریورس میں کراچی نہ آئی تو روہڑی تک آ ہی جائے گی۔ بھلے چند منٹ ہی ذکر نفی اثبات کرلو گے تو کم از کم بریک تو لگ جائے گی اور ریورس سے بچ جاؤ گے۔"

تمام معمولات زندگی اور مقرر شدہ اہداف کو قبل از وقت انجام دینے کے قائل تھے۔ چنانچہ ہم نے ذاتی طور پر اور آپ کے حالات زندگی اور تعلیم پر آپ کے عمل، محنت اور جانفشانی کو دیکھا کہ نہ صرف سال بھر میں سلوک طے کر لیا بلکہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے آپ کو مجاز مقرر فرمایا۔ جبکہ انصاری صاحبؒ چھ ماہ تک کسی کو بیعت بھی نہ فرماتے تھے اور بعض لوگ تو سالوں طالب رہے۔

برادران سلسلہ قبلہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ سے آٹوگراف لیا کرتے تھے۔ جب آئین و منشور سلسلہ عالیہ توحیدیہ یعنی طریقت توحیدیہ چھپ گئی اور بھائیوں نے کاپیاں حاصل کیں تو یہ نوشہرہ ورکاں میں 1963ء کے سالانہ اجتماع کا موقع تھا۔ <u>قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو بانی سلسلہ نے جو آٹوگراف دیا وہ یہ تھا کہ "محبت اور صداقت تمہیں خدا سے ملا دے گی۔"</u>

آپ سراپا محبت تھے اور فرماتے تھے اصل میں محبت ہی ہے جسے اپنانا چاہیے صداقت تو محبت پر ایک Check ہے۔ آپؒ استقلال اور ثابت قدمی کی مثال تھے۔ بروقت اور سوچ سمجھ کے فیصلہ کرتے اور اس پر ڈٹ جاتے تھے۔

آپؒ بانی سلسلہ سے والہانہ پیار کرتے تھے اور قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اسلام آباد میں اپنے قیام کے دوران اپنی بیٹی اور داماد کو ملتے ضرور تھے مگر رات کا قیام راولپنڈی میں قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے ہاں کرتے تھے۔ مرشد سے محبت کے باوجود پاس ادب ملحوظ خاطر رہتا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔"Always be No.1"۔ اور اس میں بذات خود ایک رول ماڈل تھے تعلیم کا میدان سروس کے کورس، فرائض منصبی، تحاریر و تقاریر، راہ سلوک اور تعلیمات سلسلہ ہوں یا کوئی بھی Assignment زندگی میں آپ کو ملی آپ نے خود کو نمبر ون ہی ثابت کیا۔

آپ واقعتاً عارف باللہ تھے۔ اور قبلہ انصاری صاحبؒ سے جو سنا اسے نہ صرف یاد رکھا بلکہ کتابی شکل میں بھی سب طالبان راہ خدا کے لئے بطور ایک عظیم سرمایہ کے محفوظ چھوڑ گئے مگر بات وہی ہے۔ ؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی انہی کا ساجذبہ محنت عطا فرما کے خدمت خلق کے لئے قبول فرمائے۔

جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ایک عہد ساز شخصیت

(محمد عتیق عباسی)

ربِّ کائنات کا ارشاد ہے: ''خواہ مرد ہو یا عورت جس نے اچھا عمل ایمان اور اخلاص کے ساتھ کیا ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے اور اسکی نیکیوں کا اعلیٰ اجر عطاء فرمائیں گے''۔ (سورہ النحل آیت 97)

آپؒ اس آیت میں دی جانے والی بشارت کے مصداق تھے ایک پاکیزہ زندگی گزار کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ امید واثق ہے کہ آپؒ بارگاہ ایزدی میں نفسِ مطمئنہ کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

چھوڑا جو زندگی کو تو آزاد ہو گئے
اک نقش رہ گیا ہے کہیں فرشِ خاک پر

شیخ سلسلہ کے منصب پر فائز ہونے اور اس کے بعد کے حالات زندگی اور خدمات کا اجمالی جائزہ پیش ہے۔ جناب قبلہ عبدالستار خان صاحب کے وصال کے بعد سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ایک بڑا خلا پیدا ہوا۔ ہمارے چند بھائیوں نے انانیت، انا پرستی اور زعم خود بزرگی کے بانئ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیمات خصوصاً اصولِ جانشینی سے صرف نظر ہی نہیں کیا بلکہ انحراف کرتے ہوئے شیخ سلسلہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان حالات میں جب سلسلہ کا شیرازہ بکھر رہا تھا محبت اور اخوت جو سلسلہ توحیدیہ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس میں دراڑیں پڑ رہی تھیں۔ برادران پر مایوسی کا عالم طاری ہو گیا۔ آپؒ نے سلسلہ کی تعلیم کے مطابق اور بزرگ بھائیوں کے پرزور اسرار و دعوت پر اپریل 1991ء میں شیخ سلسلہ کا منصب سنبھالا۔ راقم اس وقت بسلسلہ ملازمت بیرون ملک مقیم تھا۔ بقول ہمارے بزرگ بھائی محمد مرتضیٰ صاحب آپؒ نے شیخ کے منصب کیلئے معذرت کی۔ مجازین و بزرگ بھائیوں نے آپکی منت سماجت کی۔ بعد ازاں آپؒ محفل سے اٹھ کر دوسری منزل چلے گئے۔ نا امیدی کی فضاء قائم ہو رہی تھی کہ جناب حاجی صاحب اوپر گئے۔

اور کیا دیکھتے ہیں کہ آپ سجدے میں ہیں اور ربّ کائنات کے حضور اشکوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ اللہ ہی جانے اس ذمہ داری سے عہدہ براہونے کی توفیق یا محبت یا کیا تھا جو آنسو بہائے جا رہے تھے۔ بہر کیف آپؒ نے شیخ سلسلہ کا منصب قبول فرمالیا ہے۔

جسم پر تیرے قبائے رہبری ٹھیک آ گئی
حسن فطرت تجھ میں تھا، شانِ قیادت تجھ میں تھی

استقامت:

دنیا میں کروڑوں اربوں لوگ آئے اور چلے گئے اور اللہ جانے کتنے آنے باقی ہیں۔ ان میں اکثریت ایسی ہے جن کی زندگی میں نہ کوئی قابل ذکر واقعہ ہے اور نہ ہی ان کی موت مگر وہ لوگ جو کسی نصب العین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ان کی مثال صحابہ کرامؓ یا پھر مجدد الف ثانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ جنید احمد بغدادیؒ اور خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں میں ملتی ہے۔ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ایسے ہی چند بخت آور ہستیوں میں سے تھے۔

جیسا کہ ہمارے اکثر بھائی جانتے ہیں آپؒ کو اوائل دور میں بہت سے مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپؒ کو پریشان کرنے کیلئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے گئے۔ استہزا، طنز و تشکیک کے تیر برسائے گئے۔ لیکن آپ کی نظر اپنے نصب العین پر رہی۔ نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ اور ہمیں بھی قولاً نہیں بلکہ عملاً یہی سکھایا۔ آپؒ کی زندگی بچ بچا کر نہیں بلکہ مقصد وحید کے لئے لٹا لٹا کر گزری۔ یہی وہ متاع فقیری ہے جس نے آپ کو امیر بناڈالا۔ بالآخر اس عظیم ہستی نے عمر بھر کی بے قراری سے رخصت پا کر 7 جولائی 2013ء دارالقرار کی جانب رخت سفر باندھا۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

لیکن تحریک روحانیت یعنی اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کے حوالے سے عظیم امانت اور بھاری ذمہ داری ہمارے سپرد کی۔ آپؒ کے بغیر بھی ہمارا حیات دنیوی کا سلسلہ چلتا رہے گا مستقبل کے خدو خال پڑھنے والے جلوہ دکھائیں گے، دلوں پر سحر کرنے والے دیوانے بھی پیدا ہوں گے۔مگر قلوب کی دنیا میں ہل چل مچا دینے والا محمد صدیق ڈار صاحبؒ جیسا نارک فگن (تیرانداز) شاید ہمیں نہ مل سکے۔

لہولہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون ؟
اٹھ گیا نارک فگن مارے گا دل پر تیر کون؟

مرکز تعمیر ملت

فارسی شعر کا ترجمہ: میں نے اپنی زندگی کا عام سرمایہ محبوب کی راہ میں نچھاور کر دیا۔ میں خوش ہوں اپنی بیتی ہوئی زندگی سے میں نے وہی کچھ کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔

جناب ڈار صاحبؒ نوکھر میں مقیم تھے۔برادران سلسلہ کو آمد و رفت میں دقت پیش آتی تھی چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ایسے مقام کا انتخاب کیا جائے جہاں آمدورفت میں آسانی رہے اور اجتماع بھی ہوسکے

ہم سب جانتے ہیں ۔مالی حالت کمزور رہی نہیں بلکہ مخدوش تھی۔آپ نے اپنا کاروبار ترک کیا۔تمام توانائی اور استعداد مرکز کی تعمیر کیلئے وقف کر دی ہم پر آپ کا احسان عظیم ہے کہ آج ہمیں اجتماعی اور باعزت مل بیٹھنے کی جگہ میسر ہے۔مخدوش مالی حالات کی وجہ سے یہ کام آسان نہ تھا۔ تَوَ کَّلْ عَلَی اللّٰہ اس کی ابتدا تو ہوئی۔آہستہ آہستہ خدو خال بنتے چلے گئے چھت میسر آ گئی تو ابھی فرش وغیرہ کچے تھے آپ ہراتوار نوکھر سے تشریف لاتے ،ذکر ہوتا ،اخلاص اور محبت بھری محفل جمتی ۔اس نامکمل عمارت میں آپ نے اللہ کی رضا،خدمت خلق،تزکیہ نفس وقلوب اور لقاء اللہ کی جانب خلق خدا کو راغب کرنے کا فیصلہ کیا۔اپنے عزیز و اقارب آبائی رہائش،اور دیگر سہولیات ترک کر کے،عسرت، بے سروسامانی کے باوجود یہاں منتقل ہوئے۔کچے ناہموار فرش پر چٹائی پر شب بسری کرتے رہے۔ان حالات پر جب نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ ہماری اماں جی کو

دل کی گہرائیوں اور صدق سے سلام پیش کرنے کو دل پکار اٹھتا ہے ۔ایسے میں جو آپ کی مدد و معاون رہیں ۔برادران سلسلہ کی خدمت کی ،ہم اپنی محسنہ کے تہہ دل سے شکرگزار اور احسان کے معترف ہیں ۔ربّ کریم ان کو جزاء عطا فرمائے ۔

کلیوں کو میں سینے کا لہو دیتا رہا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضاء یاد کرے گی

پیکر صدق و صفا مجسم عجزو انکسار

آپؒ پیرانہ سالی اور دیگر جسمانی امراض کے باوجود پاکستان میں جہاں جہاں حلقے قائم ہیں دورہ کیا کرتے تھے ۔مریدین کو نور ایمانی قلبی حرارت اور نورانیت سے امکانی حد تک مستفیض فرماتے ۔نہایت ہی دلآویز انداز میں خدمت خلق، محبت او راخوت کا جذبہ ابھارتے ، ہمیشہ نرم گفتاری سے کام لیتے ،فلسفہ حکمت اور معرفت بیان کرنے کا انداز نہایت ہی دلنشین ہوتا تھا ایسے محسوس ہوتا گویا کہ:

کمال علم تھا اتنا کہ اس کا ذکر ہو کیسے
کہ جن کی جنبش لب سے ہزاروں پھول کھلتے تھے

آپؒ ہر ایک سے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں مخاطب ہوتے ۔آپ کا کوئی مرید شاید ہی شہادت دے سکے کہ غصہ تو کجا کبھی معمولی سی سرزنش بھی کی ہو ۔آپ ہمیشہ آپ اور بھائی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔

آپؒ صاحب حال ہی نہیں صاحب قال بھی تھے علم روحانیت اور عرفان تو تھا ہی آپ کی نظر علوم حاضرہ اور سائنس پر بھی تھی ۔سوالات کے جوابات استدلال کے ساتھ دیتے تھے اور ہر طرح کی تسلی وتشفی فرماتے ۔آپ کی زندگی سراپا عجز و انکسار ،انتہائی سادہ تھی اور بغض حسد، تکبر و غرور سے پاک تھی ۔آپ پیکر محبت وصداقت تھے اور اس کیلئے اکثر ہمیں تلقین فرمایا کرتے ۔

مجلہ فلاح آدمیت

بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی دیرینہ تمنا جو آپ کی حیات میں پوری نہ ہو سکی ۔

کم مائیگی کے باوجود مجلّہ کا اجراء کر کے صدقہ جاریہ کا کام سرانجام دیا۔ مجلّہ فلاح آدمیت کو اب بھی مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ آئیں ہم غور کریں کہ اس پر کیسے اسباب اختیار کئے جائیں کہ مجلّہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکے۔

قبلہ ڈار صاحبؒ اور علامہ محمد اقبالؒ

آپؒ علامہ اقبالؒ کے ممدوح نہیں بلکہ شیدا بھی تھے۔ اقبالؒ کے کلام کو خوب سمجھتے تھے فلسفہ خودی کو خوب گہرائی اور گیرائی سے ماپا۔ اپنی محافل میں اکثر علامہؒ کے اشعار سے مخاطب ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے سالانہ اجتماع کے خطاب میں علامہ کا کلام ملتا ہے۔ آپ دورہ پر جب کبھی راولپنڈی تشریف لاتے محفل ذکر اور طعام سے فراغت کے بعد، جناب پیر خان صاحب توحیدی ترنم سے کلام اقبال پڑھتے راقم اور دوسرے بھائی بھی ان کا ساتھ دیتے۔ آپؒ بہت محظوظ ہوتے اور ہمیں خاص فیض قلبی سے نوازتے، عجیب سماں ہوتا تھا۔ آہ وہ مرد قلندر

وہ مہرباں جو مہر سے محروم کر گیا
محرومیوں میں اس کی صدا کی تلاش ہے

یادگار محبت

جنوری 2013ء ایک دن 9 بجے کے قریب عجیب باطنی کیفیت طاری ہوئی۔ دل نے جوش مارا کہ جناب ڈار صاحب کی خدمت میں حاضری دینی چاہیے۔ سوئے گوجرانوالا نکل پڑا۔ تقریباً 3 بجے مرکز پہنچا۔ آپؒ لاٹھی کے سہارے باہر تشریف لائے۔ بڑی دقت سے قدم اٹھا رہے تھے۔ معانقہ کیا پرتکلف چائے پیش کی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں نے آپ کو تکلیف دی ہے اور معذرت خواہ بھی ہوا۔ واپسی کیلئے اجازت چاہی۔ آپ نے نہایت دل آویز تبسم فرمایا اور کہا کہ محبت میں اتنی دور سے آئے ہو ابھی بیٹھو۔ خوب پریم کی بات چیت ہوئی۔ بوقت رخصتی کافی دیر سینے سے لگائے رکھا۔ اپنی جگہ یہ ایک یادگار واقعہ ہے کمال یہ ہے کہ باطن پر جو اثر ہوا کیا عطاء ہوا۔ جان تو سکا ہوں لیکن اب تک سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ

اس کی لذت اور چاشنی آج بھی محسوس ہو رہی ہے اور یہ کہ اکثر و بیشتر وہ گھڑی اور واقع دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ عجب سرور اور لذت سے سرشار ہو جاتا ہوں محسوس تو کرتا ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتا۔

ساز دل چھیڑ کے بھی توڑ کے بھی دیکھ لیا
اس میں نغمہ ہی نہیں کوئی محبت کے سوا

عاجزانہ گزارش

آپؒ کی شخصیت میں قول و فعل میں مطابقت، محبت کو صداقت پر قربان کرنے والا، خود داری، قناعت، سادگی، بے پناہ، قوت عمل، اللہ سے اخلاص اور محبت کی سچی لگن سے آراستہ تھی۔ ہم نے انہی اصولوں پر آپ کے مشن کو یعنی روحانی تحریک کو آگے بڑھانا ہے بلکہ تیز تر کی کوشش کرنی ہے۔ آپؒ سے محبت اس کی متقاضی ہے۔ خالی خولی محبت کا دعویٰ تحسین پیش کرنے سے کچھ نہ ہو گا۔ الٹا روز محشر رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کاش ہم بھی اپنے ربّ سے ایسے ٹوٹ کر محبت کر سکیں جیسی ہمارے مرشد نے کی۔ مصداق حدیث:

جس نے محبت کی اللہ کے لئے کی اور بغض رکھا اللہ کے لئے، دیا تو اللہ کیلئے، روکا تو اللہ کیلئے، اس نے ایمان کی تکمیل کی۔ ہم سب کو اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راقم جب پہلی بار قبر پر حاضر ہوا تو کچھ ایسے تاثر ہوا۔

دیکھ کر اس قبر کو آنکھوں میں آنسو آ گئے — جسم میں لرزا پیدا ہوا قدم تھرا گئے
سامنے آنکھوں کے اک غم خوار صورت آ گئی — قبر کے اوپر محبت ہی محبت چھا گئی۔

ہم اللہ رحیم و کریم کی بارگاہ میں ان کے درجات کی بلندی کیلئے دعا گو ہیں۔ ربّ کریم ان خدمات جمیلہ کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔ اللہ کی رحمت کے صدقے امید ہے آپ کے ساتھ وہی معاملہ ہو گا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے۔ ترجمہ: روح مطمئن اپنے رب کی طرف لوٹ چل وہ تجھ سے راضی تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

یادِ رفتگان

(پیر خان توحیدی)

ایک سال قبل بابا جی نے 7 جولائی 2013ء بروز اتوار طلوع فجر کے ساتھ داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہوگئے۔ آپ کے انتقال کی اطلاع پورے پاکستان میں مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ اور آپ کے عزیز و اقارب تک پہنچ گئی اور لوگ مرکز تعمیر ملت پہنچنے لگے۔ بعد از نماز عصر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی اور آپ کو ہزاروں اشک بار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کردیا گیا۔

قبلہ ڈار صاحب کو اپنے مریدین کے ساتھ جو پیار اور محبت تھی وہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے کئی گنا بڑھ کر تھی اسی لئے آپ نے اپنے بیٹوں اور دیگر اہل خانہ کو وصیت کردی تھی کہ میرے معاملے میں میرے مریدین سے کوئی بحث مباحثہ نہ کیا جائے۔ میرے کفن دفن میں جو وہ چاہیں کریں۔ بابا جی زندگی کے آخری لمحات میں بھی اپنے مریدین کو نہ بھولے اور یقیناً وہ قیامت کے روز بھی ہماری سفارش کریں گے۔

بابا جان اپنے تبلیغی دوروں کا آغاز ہمیشہ راولپنڈی اسلام آباد کے حلقوں سے شروع کیا کرتے تھے ان کا آخری دورہ 12 اکتوبر 2012ء سے 14 اکتوبر 2012ء تک راولپنڈی میں تھا اسلام آباد والے بھائی بھی راولپنڈی آجاتے ہیں اور آسانی سے بابا جی کا سارا پروگرام اٹینڈ کر لیتے تھے۔ اس دورے کے دوران ایک دن بابا جی بھائیوں سے بات چیت کر کے حسب عادت قیلولہ کے لئے اپنی آرام گاہ میں چلے گئے۔ میں بھی اس خیال سے بابا جی کے پاس چلا گیا کہ شاید انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے میرا بریف کیس مجھے پکڑاؤ پھر کہنے لگے اس میں کچھ دوائیاں ہیں وہ نکال کر مجھے دو۔ میں نے وہ دوائیاں نکالیں اور کہا بابا جی اتنی گولیاں! کہنے لگے ہاں اب انہی پر گزارہ ہو رہا ہے۔

میں جب کبھی بابا جی کوفون کر کے ان کی خیریت کا پوچھتا تو ان کی طرف سے ہمیشہ سب اچھا کی خبر آتی بیماری کی حالت میں بھی انہوں نے کبھی کسی پریشانی کا اظہار نہیں کیا لیکن جون 2013ء میں جب ان کی بیماری کی خبریں آنے لگیں تو ایک دن میں نے فون کیا تو فرمانے لگے طبیعت ٹھیک نہیں رہتی لیکن اب بھی باہر بیٹھا ڈیوٹی انجام دے رہا ہوں۔ مجھے بہت تفتیش اور پریشانی ہوئی میں نے چند بھائیوں سے بھی کہا کہ آج پہلی بار بابا جی نے کہا ہے کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ بھائیوں سے مشورہ کیا اور بابا جی سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ بابا جی کو اطلاع دی لیکن انہوں نے منع کر دیا۔ اور کہا کہ کل حامد محمود مجھے چیک اپ کے لئے سی ایم ایچ راولپنڈی لے جائے گا پھر چند دن ادھر ہی ٹھہرونگا۔ میں نے دوسرے دن پھر بابا جی سے رابطہ کیا تو فرمانے لگے ٹیسٹ لئے گئے ہیں ایک دو دنوں تک ریزلٹ مل جائے گا۔ میں نے پھر کہا بابا جی ہم چند بھائی آپ سے ملنا اور آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا نہ ہی آؤ تو اچھا ہے ادھر نہ جانے کتنی سیکورٹی پوسٹوں سے گزر کر آنا پڑتا ہے خواہ مخواہ آپ لوگوں کو پریشانی ہوگی۔ لہٰذا ہماری ملاقات نہ ہوسکی اور بابا جان راولپنڈی سے واپس گوجرانوالا پہنچ گئے۔

07 جولائی 2013ء صبح احمد رضا صاحب کا فون موصول ہوا۔ بابا جی کے انتقال کی خبر سن کر آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا زمین پاؤں سے نکلنے لگی کہ اللہ کے فرمان **والعصر** قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے نیک اعمال کئے حق اور صبر کی تلقین کی نے دل کو مظبوط کیا راولپنڈی، اسلام آباد کے بھائیوں کو اس دل خراش خبر کی اطلاع کر کے بابا جی کے جنازہ میں شرکت اور آپ کے آخری دیدار کے لئے تیاریاں شروع کر دیں پنڈی حلقہ کے تقریباً سارے بھائی ویگن اڈہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے ہم گوجرانوالا روانہ ہو گئے اور بابا جی کے تجہیز و تکفین کی آخری رسومات ادا کر کے واپس راولپنڈی آ گئے۔

بابا جی نے اپنا کیریئر پاک فضائیہ کی سروس سے شروع کیا اور چیف وارنٹ آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد تقریباً 24 سال سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی خدمت کرنے اور

بھائیوں کو اخلاقیات اور روحانیات کی بلند منزلوں تک پہنچانے میں رات دن محنت اور مشقت کرتے رہے۔میری پہلی ملاقات بابا جی سے 1967ء میں پی اے ایف بیس رسالپور میں ہوئی اس وقت آپ بھرپور جوانی میں تھے اور سارجنٹ کے رینک پر فائز تھے۔اگرچہ سرگودھا بیس پر قاضی غیور اور دیگر بھائیوں کی زبانی بابا جی کا غائبانہ تعارف ہو چکا تھا اور آپ کی بہت تعریفیں بھی سنی گئی تھیں لیکن رسالپور میں جب آمنا سامنا ہوا تو آپ ان تعریفوں سے بھی بڑھ چڑھ کر پائے گئے۔آپ نہایت ہی چاک و چوبند اور خوبصورت شخصیت تھے۔آپ کی باتوں سے مٹھاس اور آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹتے تھے۔پیر بھائیوں کے علاوہ دوسرے کئی لوگ بھی آپ کی محفل میں بیٹھ کر آپ سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔رسالپور میں بہت پیار کرنے والے بھائی تھے جن میں جناب مبارک علی صاحب، گل زر صاحب سرفہرست تھے اور بابا جی اکثر ان کے پاس آتے اور پیار و محبت کی باتیں کرتے۔ایک دن میں نے بابا جی کو کہا کہ مجھے اس حلقہ میں آئے ہوئے تقریباً تین سال ہونے والے ہیں لیکن میں اب تک بیعت نہیں ہو سکا بابا جی نے مجھ پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کہا کنونشن قریب آ رہا ہے تیاری کرو تمہیں بیعت کرا دیں گے اور پھر بابا جی کی سفارش پر 1970ء کے کنونشن میں جناب قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت بھی نصیب ہو گئی لیکن دوسرے ہی سال 1971 میں پوسٹنگ کراچی ہو گئی۔ڈار صاحب اور دوسرے بھائی بھی دوسرے بیسوں پر پوسٹ ہو کر چلے گئے۔تاہم قبلہ ڈار صاحب کی یادیں اور دلوں میں بویا ہوا بیج تناور درخت بنتا گیا۔

ہمارے ایک بھائی خورشید صاحب ہیں جو راولپنڈی میں رہتے ہیں ان کی قبلہ ڈار صاحب کے ساتھ بہت بے تکلفی تھی۔یہ دونوں صاحبان تقریباً ایک ہی بیج کے تھے اور پشاور بیس پر ایک ہی سکارڈن میں کام کرتے تھے۔سناتے ہیں کہ ایک دن ہم دونوں ایک ہی شفٹ میں ایک ہی جہاز پر کام کر رہے تھے۔انجن سٹارٹ کیا تو اس سے شعلے نکلنے لگے اور جہاز کو آگ لگ گئی انکوائری کی گئی۔ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ان دونوں کا کورٹ مارشل ہو گا۔

لیکن ڈار صاحبؒ بالکل پرسکون تھے اور مجھے بھی حوصلہ دیتے اور کہتے گھبراؤ نہیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں حیران تھا کہ سارا جہاز جل گیا ہے اور یہ کہتے ہیں کچھ بھی نہ ہوگا۔ انکوائری میں ہم دونوں کے علیحدہ علیحدہ بیان لئے گئے۔ جب فائنڈنگ آئیں تو واقعی ہمارے اوپر کوئی الزام ثابت نہ ہوا۔ اور حادثہ شارٹ سرکٹنگ کا سبب تھا۔ قبلہ ڈار صاحب کی کارکردگی کی وجہ سے سکارڈن کے سب ساتھی اور آفیسرز بھی بابا جان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

یہ دنیا اگر چہ بے حد دلکش اور خوبصورت ہے مگر اس کی خوبصورتی وہی محسوس کر سکتا ہے جس کا دل خوش ہو ورنہ دنیا تو وہی ہوتی ہے لیکن کسی کے لئے محض قید خانہ اور دکھ کا طویل عرصہ گزارنے کی جگہ بن کر رہ جاتی ہے۔ گویا انسان کا دل ہی اصل میں خوشی دلکشی رعنائی اور غم کے احساسات پیدا کر کے منظر بنا دیتا ہے۔ کتنے قیمتی ہوتے ہیں وہ نفوس جو دوسرے انسانوں کے دلوں کو پرسکون رکھنے کے لئے اپنی جان کھپا دیتے ہیں۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کا اپنا دل اپنے مالک اور خالق کی محبت میں خوش ہو جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کی رضا میں راضی کر دیا ہو اور رب کی رضا یہ ہے کہ انسان کیلئے سلامتی ہو شر نہ ہو۔ انسان سراپا سلامتی بنتا ہی اس وقت ہے جب وہ اللہ کی بندگی میں فخر محسوس کرے اور اس کی اطاعت اس کی بندگی کا محور بن جائے جب بھی ایسے انسان کی رحلت کی خبر آتی ہے تو بے اختیار دل ایک منظر کشی ضرور کرتا ہے۔ جس میں اللہ کے فرشتے بڑی عزت واحترام سے اس کی روح کو تھامے عالم بالا کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ بظاہر وہ بے جان جسم مگر بے حد اور بے حساب خوش اور مطمئن۔ اللہ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی جذبات اس وقت بھی ابھرے جب بابا جی کی رحلت کی خبر ملی۔ جانا ہر ایک نے ہے جو پیدا ہوا وہ واپس جائے گا لیکن جسے یہ رتبہ مل جائے تو کیا کہنا۔ کیا ہی شاندار نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بابا جان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

آمین۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی شخصیت کے چند پہلو

(ماجد محمود توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسط سے انسانیت کیلئے اپنی نعمتوں کی تکمیل کی ہے۔انہیں نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ حضور ﷺ کی اپنی ذات مبارکہ اور آپ ﷺ کے سینہ مبارک کا وہ فیض ہے جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو ہر نعمت برتر اور کامل دی ہے۔انہیں نعمتوں میں سے ایک نعمت اللہ تعالیٰ کے مقرب اور خاص بندے ہیں جو دوسرے انسانوں کی شخصیت کی تکمیل کا سبب بنتے ہیں۔یہ اللہ کے بندے اعلیٰ ترین اوصاف کے حامل ہوتے ہیں۔انہی اعلیٰ ترین اوصاف کے حامل لوگوں میں سے موجودہ صدی کے ولی کامل قبلہ محمد صدیق ڈارؒ ہیں۔ جن کی شخصیت کا ہر پہلو کامل اور جن کی ذات باعث قرار قلب وجان تھی۔

ہماری خوش قسمتی کہ ہمیں بابا جان قبلہ ڈار صاحب کی صحبت و محبت میسر رہی۔ہم اپنی عقل و سمجھ اور بساط کے مطابق جو بابا جان کی شخصیت کو سمجھ پائے ہیں اس کے مطابق ان کی شخصیت کے کچھ پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں،کماحقہ تو ان کی ذات کا ادراک تو کجا کسی ایک پہلو کو بھی سمجھ نہیں سکتے کہ ایک ذرہ ناچیز سورج کی تابانیوں کو کیونکر سمجھ سکتا ہے یا ایک قطرہ ناچیز سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے۔ہم صرف اپنی عقل و سمجھ کے مطابق ہی کسی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔حالانکہ وہ ذات تو پوری تابانیوں کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوتی ہے۔

باطنی اصلاح: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے مقصد بعثت کو چار مقامات پر واضح کیا ہے ان میں سے ایک مقصد بعثت ''یــزکیــکــم'' بھی ہے۔یعنی میرا نبی ﷺ تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔ بابا جان قبلہ ڈار صاحب تزکیہ کا ترجمہ یوں فرمایا

کرتے تھے کہ مانجھ کر صاف کرنا کہ اس کی اصل شکل وصورت نکل آئے۔انسان سے کثافت دور ہو جائے اور اس کی اصل انسانیت نمایاں ہو جائے۔اور یہ آپ ﷺ کی صحبت مبارکہ کا ہی فیض ہے کہ کوئی دور اس دور جیسا نہیں ہو سکتا نہ کوئی انسان اس دور کے لوگوں یعنی صحابہ کرام کے رتبے کو پہنچ سکتا ہے چاہے جتنی مرضی عبادت کرلے۔حقیقی بزرگی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے اس طریقے کے مطابق لوگوں کی باطنی اصلاح کی جائے۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنی کتب میں اس بات پر زور دیا ہے کہ کامل ہونے کے بعد بزرگ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنی توانائیاں لوگوں کی اصلاح میں لگائے۔

باباجان قبلہ ڈارصاحبؒ میں ہم نے یہ بات بدرجہ اتم دیکھی ہے کہ جب بھی ہم ان کے پاس بیٹھے ایک نئی روحانی بالیدگی، قلب وفکر کی تطہیر ہم نے اپنے اندر محسوس کی۔کثافت لے کر جاتے تو لطافت لے کر آتے اگر بوجھل دل کے ساتھ جاتے تو خوشی ومسرت سے سرشار ہو کر آتے اور نیکی وپارسائی کی طرف جانے اور عمل سے سرشار جذبے لے کر لوٹتے۔یہی بزرگی کی نشانی ہے۔

عفوودرگزر اور چشم پوشی:

منصب رسالت پر فائز حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ربِّ کریم نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اور دوسری جگہ سورۃ توبہ کی آخری آیات میں نبی پاک ﷺ کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ ﷺ مومنوں کے لیے رؤف اور رحیم ہیں''۔چونکہ بزرگان دین میں بھی حضور ﷺ کے اوصاف کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔اس لیے باباجان قبلہ ڈارصاحبؒ بھی پیکر عفوودرگزر رہتے جاہل سے جاہل قسم کے رویے بھی بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے کبھی کسی کا عیب اس کے سامنے بھی بیان نہ فرماتے ہمیشہ باطنی اصلاح اور دعا کے ذریعے سے اسکی ہدایت کا سامان فرماتے اور ہمیں بھی ہمیشہ اسی بات کی تلقین فرماتے۔کہ معاف کردینے کا حوصلہ رکھنے والے لوگ ہی جنت جانے والے ہیں۔

ہم نے ساری زندگی باباجان کا کبھی بھی Tempramentlose, یعنی مشتعل ہوتے نہیں دیکھا۔

عزم وہمت کے پہاڑ:

کفار مکہ نے حضور ﷺ کو اللہ کے دین کا پیغام پہنچانے سے روکنے کے لئے ہر طرح کے حربے آزمائے۔ مگر آپ ﷺ کے عزم واستقلال میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے نہیں رکوں گا۔ باباجان قبلہ ڈار صاحب بھی اسی سنت مبارکہ پر ساری زندگی عمل پیرا رہے۔ جس کام کو شروع کیا اس کی تکمیل کیے بغیر آرام سے نہ بیٹھتے۔

باباجان قبلہ ڈار صاحبؒ میں عزیمت کا وصف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بڑے سے بڑا کام بھی ان کے سامنے پر کاہ کی حیثیت نہ رکھتا۔ حلقہ کی تشکیل نو اور مرکز تعمیر ملت کے لئے دن رات ایک کرنا اور اس کے لئے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا اس بات کا غماض ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی دینا عظیم لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔۔

دائمی مسرت وشادمانی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ”خبر دار اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم“۔ اس آیت مبارکہ کی صحیح معرفت تو راہ سلوک پر عملی طور پر گامزن لوگ ہی کر سکتے ہیں کہ دائمی مسرت وشادمانی کی کیا کیفیات ہوتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے راستے پر چلنے والوں کے لئے ایک نعمت ہے۔

ہم نے زندگی کا خاصہ حصہ باباجان قبلہ ڈار صاحبؒ کی رفاقت میں گزارا ہے۔ ہم نے آپؒ کو کبھی رنجیدہ ہوتے نہیں دیکھا سنجیدگی، متانت اور اطمینان سے ہر مشکلات کا مقابلہ کرتے ۔ جب ملتے ہمیشہ ہشاش بشاش وتابندہ چہرہ مبارک پر ایک خوبصورت مسکراہٹ لئے ان کو دیکھا۔ دل موہ لینے والے انداز میں باتیں فرماتے ۔ ایک دفعہ ہم باباجان سے ملنے ان کے گھر گئے باباجانؒ اپنے آبائی گاؤں نوکھر تھے۔ ہمیں اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ ہم اندر گھر میں داخل ہوئے تو

باباجان بیدار ہو گئے اور ہم سے باتیں کرنے لگے۔طبیعت اتنی fresh اور ہشاش بشاش تھی جیسے سو نہیں رہے تھے بلکہ جاگ ہی رہے تھے۔حالانکہ عام آدمی سوتے میں اچانک بیدار ہو تو طبیعت کچھ دیر بعد fresh ہوتی ہے۔اور بھی بہت سی باتیں اور ان کی شخصیت کے پہلو ہیں جن کا ہم اپنی کج فہمی اور کم عقلی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے درجات بلند فرمائے۔اللہ ان کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے نہایت قربت میں جگہ عطا فرمائے۔اور ان کے لگائے ہوئے پودے یعنی مرکزِ تعمیرِ ملت کو ملتِ اسلامیہ کے اتحاد اور نشاطِ ثانیہ کا مرکز بنا دے۔آمین۔

فرامین قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ

صحابہ کرامؓ کی جس مقدس جماعت نے اخلاق وکردار کی روشن مثالیں قائم کیں اور اسلام کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلایا اُنہوں نے کسی روایتی مکتب سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اِن کے درسگاہ حضور معلم و محسن انسانیت کی مجلس مبارک تھی اور وہ لوگ قرآن کریم کے سوا کسی دوسری کتاب سے آشنا نہ تھے۔اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہی انکا مکمل نصاب تھا۔اِن کی تمام تر اہلیت اور فضیلت حضور اقدس ﷺ کی انقلاب آفریں صحبت اور کیمیا اثر نظر کی مرہون منت تھی جن کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان عظیم فرمایا۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ "جس طریقہ سے اول دور میں اِس اُمت کی اصلاح ہوئی تھی اِس کے بعد آخری دور میں بھی اِسی طریقہ سے ہوگی"۔اگر آپ اس قول کی روشنی میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی قرآن وسنت کے مطابق نہایت مختصر، سیدھی سادی، فرقہ بندی سے پاک تعلیم کا جائزہ لیں تو اِسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سلسلہ روحانی فیض اور قلبی توجہ کے طریقہ اصلاح کو رواج دینے کیلئے ہی بنایا گیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے توحیدی بھائی اِسی کو بروئے کار لا کر چراغ سے چراغ روشن کرتے چلے جا رہے ہیں اور اصلاح کے کام میں پیش رفت ہو رہی ہے۔ (اقتباس از مقصود حیات)

شیخ الاسلام بہاوالدین ابومحمد زکریا ملتانی رحمة الله علیه

۵۶۰ھ.........۶۶۱ھ

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

آپؒ شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، آپؒ کا شمار ہندوستان کے اکابر اولیاء میں ہوتا ہے، ظاہری کمالات، بلند مراتب اور اعلیٰ برکات و فیوض سے آراستہ تھے، ''نزہتہ الارواح'' کتاب کے مصنف میر حسینی سادات رحمۃ اللہ علیہ اور ''لمعات'' کے مصنف شیخ فریدالدین عراقیؒ آپ کی خدمت میں رہے اور آپ کی تربیت سے فیض پایا۔

روایت: منقول ہے کہ آپؒ جس وقت صاحب کمال و برکات ہو کر ملتان تشریف لائے تو اکابر ملتان میں کچھ حسد ظاہر ہوا اور بطور کنایہ آپؒ کی خدمت میں دودھ کا لبالب بھرا ہوا ایک پیالہ بھیجا، مطلب یہ تھا کہ اس شہر میں کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشارہ کا مطلب سمجھ کر دودھ کے پیالہ پر ایک پھول رکھ کر واپس فرما دیا، مقصود یہ تھا کہ ہمارا مقام اس میں اس طرح رہے گا جس طرح دودھ پر یہ پھول رکھا ہوا ہے، اکابر ملتان اس حسن ادا پر حیران رہ گئے اور آپؒ کی کرامات کے معترف و مطیع ہو گئے۔

شیخ زکریاؒ ایسے مستغنی اور شاکر تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ **وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ** ۝ (ہم نے انہیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرمائی اور وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہیں) وہ آپ پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ آپؒ کے ہم عصر ایک شیخ نے آپ سے فقر اور غناء کے بارے میں گفتگو کی تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اپنے تمام اسباب کے ساتھ بھی کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ** ۔(یعنی آپ فرما دیجئے کہ دنیا کی بہار چند روزہ ہے) اور ظاہر ہے کہ اس

تمام دنیا میں سے ہمارے پاس کتنا ہے (یا ظاہر ہے کہ یہ تمام دنیا ہماری نظر میں کیا قیمت رکھ سکتی ہے) فرمایا کہ سانپ کا ساتھ رکھنا اس شخص کو ضرر پہنچاتا ہے جو اس کے کاٹے کا منتر نہ جانتا ہو، فرمایا کہ غناء ہمارے رخسارۂ حال کا تل ہے۔

اصحاب سیرت کا بیان ہے کہ آپؒ کے اور شیخ فرید الدین شکر گنجؒ کے درمیان بڑی گہری محبت تھی اور سالوں اسی طرح رہے، یہ بھی قول ہے کہ یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔

ایک مرتبہ آپ کی جانب سے شیخ فرید الدینؒ کو ایسا پیغام بھیجا گیا جو شیخ فرید الدینؒ کی مجلس کے خلاف تھا، شیخ زکریاؒ نے اس کی معذرت میں رقعہ لکھا، اس میں یہ بات بھی لکھی کہ ہمارے اور آپؒ کے درمیان عشق بازی ہے، ''بازی'' نہیں ہے۔

روایت: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ بابا شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ بڑے روزہ دار تھے، حتیٰ کہ بخار اور فسد کھلوانے کی حالت میں بھی روزہ ترک نہ فرماتے اور شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ روزہ تو زیادہ نہ رکھتے تھے البتہ بڑے عبادت گزار اور شریعت کی بڑی اطاعت کرنے والے تھے اور حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ یہ آیت کریمہ پڑھتے۔''**یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا**" (یعنی اے جماعت انبیاء کرام! حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو) اور فرماتے کہ شیخ زکریاؒ کے حق میں یہ آیت صحیح طور پر صادق ہے۔

شیخ محمد نور بخشؒ نے اپنی کتاب'' سلسلۃ الذھب''میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔''بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ ہندوستان کے رئیس اولیاء تھے۔ آپؒ علوم ظاہری کے زبردست عالم اور صاحب احوال و مقامات اور صاحب مکاشفات و مشاہدات تھے۔ آپؒ ایسے مرشد کامل تھے جن سے اکثر اولیاء کے سلسلے نکلتے ہیں اور آپ کا کفر سے ایمان، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف ہدایت کرنے میں بڑا مقام ہے۔''

"**مجمع الاخبار**" میں شیخ بہاؤالدینؒ کی نصیحتوں کے باب میں تحریر ہے:

''ہر بندہ پر لازم ہے کہ صدق و اخلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اور

یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جب عبادت وذکر میں غیر اللہ کی نفی اور دوسروں کا مٹا دینا ہو، اور یہ حالت احوال کی درستی اور اقوال وافعال میں محاسبۂ نفس پر موقوف ہے، لہٰذا بغیر ضرورت کے نہ کوئی بات ہو نہ کام، اور ہر قول وفعل سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء وتضرع اور اسی سے استعانت ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ اسے نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔"

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہو، کیونکہ ذکر سے طالب اپنے مطلوب تک پہنچتا ہے اور محبت ایسی آگ ہے جو ہر قسم کے میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے اور جب محبت مستحکم ہوجاتی ہے تو ذکر مشاہدِ مذکور کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے فلاح و کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد ہے: **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**۔ (یعنی بکثرت اللہ کا ذکر کرو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔)

مرید کو اپنے اوقات کی نگرانی وحفاظت کرنا چاہیے، غیر اللہ کو دل سے دور کردینا مخلوق سے میل جول کم از کم بقدر ضرورت رکھے اور ذکر حق سے اُنسیت حاصل کرنا چاہیے۔ اگر اس کو ذکر سے اُنس حاصل نہ ہوگا تو حق تعالیٰ کی محبت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔

ایک مرید کو خط تحریر فرمایا کہ

"کم کھانے سے جسم تندرست رہتا ہے، گناہوں کے ترک کردینے سے روح کو سلامتی ملتی ہے اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے سے دین سلامت رہتا ہے۔"

شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے ۷ صفر ۶۶۱ ہجری کو وفات پائی۔ رحمة الله عليه)

زندگی میں بہار آ جائے گی

(حمیداللہ حمیدی)

رب کائنات نے انسان کو عقل و دانش کی دولت کے ساتھ بے پناہ جسمانی قوت بھی عطاء کر رکھی ہے اور وہ عقل و قوت کے ذریعے اپنی زندگی کو خوش حال بنانے اور مصائب حیات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن سفر حیات میں ایک ایسا مشکل و کٹھن مرحلہ بھی آتا ہے جب اس کی دانش و طاقت اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہیں اور وہ مشکلات کے سامنے ایک لاچار بے بس مسافر کی طرح تھک کر کسی مسیحا، کسی مخلص دوست کی راہ دیکھتا ہے جس کے سامنے اپنی روداد دل کہہ سکے اور وہ اس کے دکھوں اور درد کا مداوا کر سکے۔ جب کسی دوست کی دوستی، کسی مسیحا کی مسیحائی، کسی طبیب کی دوا بھی کام نہیں آتی۔ وہ مجبور، شکست خوردہ، بے بس انسان بے چارگی کے عالم میں اپنے خالق و مالک کون و مکاں کے در پر پہنچ کر ہاتھ پھیلا کر فریاد کرتا ہے۔ ایک کمزور انسان کی اسی فریاد و التجاء کو "دعا" کہتے ہیں۔ یہ دعا مایوس و ناتواں انسان کا آخری سہارا ہوتی ہے۔ جب اس کے دل کی فغاں تمام حدود سے نکل کر عرش تک پہنچتی ہے تو نہ صرف اسے مصائبِ زندگی سے نجات مل جاتی ہے اور تمنائیں بر آتی ہیں بلکہ اسے ایسی نفسیاتی آسودگی اور قلبی سکون ملتا ہے جس کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

دنیا میں ہر مذہب کے پیروکار اپنے اپنے مذہب، طریقوں اور رسموں کے مطابق دعا کرتے ہیں اور مشکلاتِ زندگی سے نجات پانے کی استدعا کرتے ہیں لیکن دین اسلام میں دعا کی اتنی اہمیت و فضیلت ہے کہ اسے عبادت کہا گیا ہے۔ اسلام میں مسلمانوں کو جو دعائیں اور دعا کے جو آداب سکھائے گئے ہیں وہ منفرد، بے مثال، نہایت موثر اور انسانی نفسیات و جذبات اور کیفیات کی عکاسی کرتی ہیں۔ سب سے قابل غور بات یہ ہے کہ ہر دعا انسانی ضرورت، ہر لمحہ، ہر موقع، ہر مقام (سفر و حضر، صبح و شام، نشست و برخاست، جلوت و خلوت) کے مطابق ہے اور

ہر دعا کا آغاز یارب، یا اللہ سے ہوتا ہے جس سے مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ ہر ساعت، ہر مشکل، ہر عمل، ہر مرحلہ، ہر مقام پر صرف اپنے خالق ہی کو پکارو۔ اسی سے مدد طلب کرو۔ اپنے دکھوں اور ضرورتوں کا اظہار صرف اللہ ہی کے سامنے کرو۔ ان دعاؤں اور آداب دعا میں کمزور انسانوں کیلئے خوش خبری یہ ہے کہ وہ براہ راست اپنے خالق سے مخاطب ہوسکتا ہے۔ اپنے تمام دکھوں اور تمناؤں کا کھل کر اظہار کرسکتا ہے۔ نفسیاتی نقطۂ نظر سے اسے کسی تنہائی، بے چارگی و مایوسی کا احساس نہیں رہتا۔ اللہ کی قربت کا احساس اس کو پراعتماد اور مضبوط بنا دیتا ہے۔ دعا سے اللہ کی طرف مسلسل دھیان اسے ہر قسم کے اندیشوں، خوف و گمان و ناکامی کے خیال سے بے نیاز کر دیتا ہے

خالق کون و مکان خود اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ تم میرے در پر دستک دو۔ مجھے آواز دو میں تمہاری جانب دوڑتا ہوا آؤں گا اور تمہارے لئے اپنی رحمتوں اور نعمتوں کا دروازہ کھول دونگا۔

☆ "پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔"

☆ "تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا (یعنی جسے دعا کی توفیق ہوئی) اس کے لئے رحمت کے دراوزے کھول دیئے گئے۔

جب ایک مایوس، بے بس، عاجز و لاچار بندے کے لرزتے ہاتھ سوئے فلک اٹھتے ہیں، وہ سوزِ جگر کے ساتھ فریاد کرتا ہے، جب دل بے قرار سے آہیں مچلتی ہیں، جب زبان التجا کرتی ہے، جب آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں، جب وہ سجدہ ریز ہوکر سراپا عجز و فریاد بن جاتا ہے، جب دعائیں، تمنائیں، فریادیں الفاظ و جذبات، اقرار و استغفار سوئے عرش سفر کرتی ہیں تو وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور خالق کائنات کو اس بات پر شرم آنے لگتی ہے کہ ایک فریادی اس کے عظیم الشان دربار سے خالی ہاتھ لوٹ جائے۔

اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے:۔

☆ اللہ سبحانہ تعالیٰ تو اپنے بندوں سے ایک جاں نثار ماں سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اس کی رحمت ایک بحرِ بیکراں ہے۔"

دُعا مایوس انسان کے لئے روشنی، ناتواں کے لئے قوت، مظلوم کا سہارا، غم زدہ کے لئے خوشی، دلِ بے قرار کے لئے سکون، گمراہ کے لئے نشانِ منزل، مسافر کے لئے زادِ راہ، مریض کیلئے شفاء، سیاہ کار عاصی کے لئے بخشش، ناداں کے لئے ہدایت اور روحِ مضطرب کے لئے طمانیت ہے۔

دُعا سے قربتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ زندگی سنور جاتی ہے، تقدیر بدل جاتی ہے، تمنائیں بر آتی ہیں، مصائب دور ہو جاتے ہیں غم و آلام کے بادل چھٹ جاتے ہیں، گناہوں کے داغ مٹ جاتے ہیں اور رحمت باراں برسنے لگتی ہے۔

جب زندگی میں کسی مقام پر مایوسی گھیر لے۔ کسی مسئلے کے ہاتھوں پریشان ہو جائیں، کوئی روشنی دکھائی نہ دے، کوئی تدبیر کوئی مشورہ کام نہ آئے، تو اٹھ کر وضو کریں۔ گوشۂ تنہائی میں دو رکعت نمازِ نفل ادا کریں اور لرزتے ہاتھوں کو اٹھا کر دل کی گہرائیوں، پرسوز لفظوں اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے خالق و مالک کے سامنے داستانِ غم کہہ دیجئے اور اللہ کی رحمت کے بحرِ بیکراں کو جوش دلانے کے لئے تصویرِ عجز و انکسار بن کر دربارِ الٰہی سجدہ ریز ہو جائیں اور نہایت خشوع و خضوع اور اشکِ رواں کے ساتھ فریاد و التجا کریں۔ سجدہ انسان کی وہ ادا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر خطا کار کو معافی ملتی ہے، فریادی کو انعام ملتا ہے، ملتجی کو عطا ہوتا ہے، سوالی کو حل ملتا ہے، مصائب زندگی سے نجات ملتی ہے، تمنائیں برآتی ہیں اور آنکھوں سے اشک بہنے سے قبل اور دل سے آہ نکلنے سے پہلے ہی دعا شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے۔

یاد رکھیں! ہمیشہ خالقِ کائنات سے مانگیں اس رب سے مانگیں جو ہمارے وجود کا خالق ہے، ہماری زندگی کا مالک ہے، ہماری ہر سانس، ہر ساعت پر جس کا قابو ہے، جو ہمارا کاتبِ تقدیر ہے۔ جس نے دیکھنے کے لئے خوب صورت آنکھیں دیں، کام کرنے کے لئے ہاتھ دیئے، سفر کے لئے پاؤں عطا کئے قوتِ گفتار دی، عقل و دانش سے نوازا، محنت کے لئے

جسمانی قوت وصحت بخشی، اولاد، دولت، سکونت، دنیا میں طرح طرح کی ان گنت راحتیں اور نعمتیں پیدا کیں۔ جس کے سامنے ہر شہنشاہ، صدر، وزیراعظم جرنیل، امیر، زمیندار، جاگیردار اور ہر پیغمبر، ولی، پیر، قطب ہاتھ پھیلاتا آیا ہے اور اسی رب کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہے گا۔ اس جیسی قوت وقدرت، عظمت وربوبیت اور ادبیت کسی کے پاس نہیں۔ اس کے بے پناہ خزانوں اور عطاؤں پر کسی کو اختیار نہیں۔ اس کے نظامِ تخلیق وتدبیر وتقسیم، سزاوجزا میں کسی انسان کا عمل دخل نہیں ہے، چھوٹی چھوٹی دعائیں اور بڑی بڑی مرادیں بھی پل بھر میں پوری کرنے والا ہے اور وہی ہماری مشکلات ومصائب کو دور کرنے والا ہے۔

ہماری سانسوں کے مالک، ہماری ضرورتوں اور تمناؤں کے جاننے والے، ہمارے دلوں کی دھڑکن سننے والے نے اپنے بندوں کو یہ روح پرور پیغام دیا ہے کہ تم دنیا میں جہاں بھی قیام کرو، جس حال میں رہو، یہ مت بھولنا کہ:

☆ ہماری محبت ورحمت تمہیں گھیرے رکھے گی"۔

☆ ہم تو تمہاری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں"۔

اپنے بندوں سے اپنی محبت کا یقین دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ "اور جان رکھو! کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہے"۔

پھر فرمایا:۔

☆ "ہم تو تمہاری دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں دوست ہیں، بلکہ تم جہاں بھی رہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

وہ مالک وقادر جب اپنے کمزور اور لاچار بندوں کو اس حقیقت کا یقین دلادے کہ تمہاری زندگی میں صرف میں ہی تمہارا ایک ایسا دوست ہوں جو تمہاری مشکلات دور کرسکتا ہے۔

میں ہی تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں جو تمہارے دل کی پکار سن سکتا ہے اور میں ہی دنیا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہتا ہوں جو تمہاری ضرورتوں اور تمناؤں کو پورا کرسکتا ہے۔

ایک عظیم ہستی کے وعدہ اور عظیم دوست کی یقین دہانی کے باوجود بندہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھائے تو یہ اس کی کم عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟

فرمان الٰہی ہے:

☆ اے نبی! اگر میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو ان کو بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا (مایوس بندہ) جب بھی مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں" (البقرہ)

پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں:۔

" کتنی پیاری آیت ۔ ہجوم بلا میں، طوفانِ مصائب میں گرداب ہلاکت میں گھرے ہوئے شکستہ دل اور پریشان انسان کے لئے چند لفظوں میں اطمینان و سکون کا کیا روح پرور پیغام ہے "**انی قریب**" کے دو لفظوں میں راحت و اطمینان کی ایک دنیا سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ کسی فصلِ بہار کی نسیم سحر میں، کسی ابر نیساں کے حیات بخش قطروں میں وہ اثر کہاں جو اثر ان دو لفظوں میں ہے۔ دکھ درد کا مارا جب یہ سنتا ہے کہ میرا مالک، میرا خالق مجھ سے الگ تھلگ کہیں دور نہیں کہ اسے میرے حال کا علم نہ ہو۔ رنج والم کی خبر نہ ہو، بلکہ وہ قریب ہے، بالکل قریب ہے۔ نزدیک ہے۔ رگِ جاں سے بھی زیادہ نزدیک ہے تو اسے کتنا قرار آجاتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

کوئی شخص نہ تجھے فائدہ دے سکتا ہے، نہ نقصان ۔ انسان محض ایک واسطہ ہے جس سے نفع و ضرر گزر کر تم تک پہنچتا ہے ۔ اللہ وہی کرتا ہے جو تمہارے لئے مفید ہو۔ لیکن تم کم عقلی کی وجہ سے اس بات کو نہیں سمجھ سکتے ۔"

فرماتے ہیں:

اسے دیکھو جو تمہیں دیکھتا ہے ۔ اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے ۔ اس کی سنو جو تمہاری سنتا ہے ۔ اپنا ہاتھ اسے دو جو تھامنے کے لئے تیار ہے ۔ اللہ کو چھوڑ کر کہاں چلے ہو؟

وہ خالق، وہ اول و آخر، وہ ظاہر و باطن وہ روح کا سکون، وہ تمام مسرتوں کا سرچشمہ ہے۔"

ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے:

انسانوں سے مت کچھ مانگو بلکہ اس سے مانگو جس کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اگر نہ مانگو تو ناراض ہو جاتا ہے جب کہ انسان سے مانگو تو وہ غصہ کرنے لگتا ہے اور دھتکارتا ہے۔"

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

اے خدائے کریم! تو اپنے غیب کے خزانے سے سب کافر و مشرک کو نوازتا ہے جب ان دشمنوں پر تیری ایسی نظر کرم ہے تو اپنے دوستوں (مومنوں) کو کیسے محروم کر سکتا ہے۔"

دعا ایک ایسی عبادت ہے جس سے نہ صرف فریادی کی مرادیں بر آتی ہیں، بلکہ بندہ پریشان کو بہت سے نفسیاتی اور روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ دعا الفاظ و جذبات کے بار بار اظہار کا نام ہے۔ جب پابند نماز بندہ دن میں پانچ وقت اپنی تمناؤں، خواہشات اور رودادِ دل کو اپنے خالق کے سامنے بیان کرتا ہے تو وہ علم نفسیات کی زبان میں "تحلیل نفسی" کے عمل سے گزرتا ہے جس میں ایک نفسیاتی مریض ماہر نفسیات (طبیب) کے سامنے اپنے تمام دبے ہوئے جذبات، خواہشات، ہیجانات، الجھنوں اور دکھوں کا کھل کر اظہار کر دیتا ہے۔ یوں نہ صرف اس کا ضمیر مطمئن ہو جاتا ہے بلکہ اسے مایوسی اور ذہنی خلفشار سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

دعا میں ایک بندہ کھل کر اپنی تمناؤں، مرادوں اور دکھوں کو بیان کرتا ہے۔ اپنی بے بسی، عاجزی، کمزوری اور زمانے کی ستم ظریفی کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے رب سے اپنی بخشش طلب کرتا ہے۔ اگر دعا کے آداب کو مدنظر رکھتا ہے تو نہ صرف اس کی مرادیں بر آتی ہیں بلکہ دعا کے بعد اس کے دل کا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔ اس خیال سے اسے تقویت اور راحت ملتی ہے کہ دنیا میں ایک ایسی ہستی بھی ہے جس کے سامنے اپنی ضرورتوں اور مصائب کو بیان کر سکتا ہے اور وہ اس کی مشکلات حل کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

دعا کا سب سے خوشگوار، انقلاب آفریں اور انمول فائدہ روحانی سکون اور قلبی اطمینان ہے۔ دعا کے دوران چونکہ بندے کا تعلق براہ راست اللہ سے قائم ہو جاتا ہے اس لئے ہاتھ بلند کرتے ہی وہ قادرِ مطلق اور دلوں کی صدا سننے والے کی نگہبانی اور اس کے حصار رحمت میں آ جاتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کا اثر براہ راست اس کے قلب و جان پر ہونے لگتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی قربت و استعانت کا خیال و یقین اسے ہر قسم کے خوف و حزن، اندیشوں، وسوسوں اور فکر و غم سے نجات دلا دیتا ہے۔

دعا سے بندے میں خود اعتمادی اور مشکلاتِ حیات کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ جنم لیتا ہے اسے یقین کی قوت ملتی ہے وہ کارگہ حیات میں خود اعتمادی کے ساتھ جد و جہد کرتا ہے اور نتائج کو اللہ قادر و مطلق پر چھوڑ کر سوئے منزل بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

قبولیتِ "دعا" کے آداب

دعا بھی ایک عبادت ہے اور ہر عبادت کی طرح اس کے بھی کچھ آداب و شرائط ہیں۔ اگر ان آداب کو مدنظر رکھ کر دعا مانگی جائے تو اس میں اتنی قوت اور تاثیر ہے کہ انسان کی تقدیر بدل جاتی ہے۔

1- سب سے اہم شرط اصلاحِ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اللہ ہی کو مشکل کشا سمجھا جائے۔

2- رزق حلال اور پاک ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ حرام کا ایک لقمہ کھانے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ محسنِ انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاک ہے اور بندوں کا پاک مال (عبادت، دعا، صدقہ) ہی قبول فرماتا ہے۔"

3- اسلام نے ہر عبادت کے لئے طہارت، نفاست و صفائی کی بہت تلقین کی ہے۔ اسلئے قبولیت دعا کے لئے پاکیزہ عمل، پاکیزہ خیال، پاکیزہ جسم اور پاکیزہ لباس ہونا بہت ضروری ہے۔

4- دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ دعا بار بار مانگنے سے تھکنا نہیں چاہیے

اور مایوسی کے عالم میں یہ سوچ کر کہ دعا قبول نہیں ہوتی اسے ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

☆ مجھے مقبولیتِ دعا کی فکر نہیں۔ مجھے صرف دعا مانگنے کی فکر ہے۔ جب اس کی توفیق ہو گئی تو قبولیت بھی اس کے ساتھ حاصل ہو جائے گی۔

5- دعا بڑے اخلاص، عجز و محبت اور گہرے جذبوں کے ساتھ مانگیں۔ مفکر ابن جوزیؒ کہتے ہیں۔" قبولیت دعا کے لئے احساس بے چارگی اور اضطراب بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی بدکاروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ کو ایک غم زدہ دل کی بے تاب دھڑکنیں مائل بہ کرم کر دیتی ہیں۔"

6- دعا کے وقت اپنے خیالات اور جذبات کو مثبت رکھیں۔ اگر پریشان خیالی،، مایوسی اور شکستہ دلی کے ساتھ دعا مانگیں گے تو دعا کے پھیکے اور مثبت جذبوں سے خالی الفاظ اور مرادیں عرش پر پہنچنے سے پہلے ہی خلاء میں معدوم ہو جائیں گی۔

7- دعا ہمیشہ اس یقین اور ایمان کے ساتھ کریں کہ میرا خالق میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہی فریاد سننے والا ہے اور سفر زندگی میں ہمیشہ میرے ساتھ ہے۔ وہی میری دعا قبول کرنے والا ہے۔ دعا مکمل دھیان اور مضبوط ارادہ کے ساتھ کریں اور یقین رکھیں کہ میری مطلوبہ مراد پوری ہونے والی ہے۔ میری مطلوبہ شے میری طرف چلی آ رہی ہے اور میری ملکیت بننے والی ہے۔

دعا......وہ مرہم ہے جس سے زخم بھر جاتے ہیں۔

دعا......ایسا نور ہے جس سے شاہراہ حیات چمک اٹھتی ہے

دعا......ایسا گل معطر ہے جس سے زندگی مہک اٹھتی ہے۔

دعا......وہ اکسیر ہے جس سے صحت اور شفا ملتی ہے۔

دعا......وہ قوت ہے جس سے انسان کی تقدیر بدل جاتی ہے۔

دعا......ایک ایسے مجرم کی طرح مانگیں جو اقرارِ جرم کر کے معافی کا طلبگار ہے۔

دعا......ایک ایسے عاصی بندے کی طرح مانگیں جو اعتراف گناہ کر کے بخشش مانگتا ہے۔

دعا......ایک ایسے لاچار و لاعلاج مریض کی طرح کریں جو صحت کے لئے ترستا ہے۔

دعا......ایک ایسی بے اولاد عورت کی طرح مانگیں جو بیٹے کے لئے تڑپتی ہے۔

دعا......لرزتے ہاتھوں، کپکپاتے لبوں، گہرے جذبوں، سچے ارادوں، حسین لفظوں، نفیس جملوں، رواں اشکوں، قلبی آہوں، طویل سجدوں، حمد و ثناء اور درود و سلام کے ساتھ مسلسل مانگتے رہیں۔ ایک روز اندھیرے چھٹ جائیں گے، قبولیت کے در کھل جائیں گے، مرادیں بر آئیں گی۔ سم برگِ گل کی طرح نرم و لطیف، دل قطرہ شبنم کی طرح شفاف و نفیس اور روح ایک ایسے ناقابل تشریح لذت و سرور سے آشناء ہو جائے گی جس کو پانے کے لئے آج کا دکھی انسان ترس رہا ہے اور یہ انمول دولت عبادت کے اس عمل اور تھوڑی سی مشقت سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ عمل کر کے دیکھئے! پژمردہ زندگی میں بہار آ جائے گی۔

عید مبارک

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد یعقوب صاحب اور ادارہ فلاح آدمیت کی طرف سے تمام قارئین کرام کو پیشگی عید مبارک۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ماہِ رمضان میں صیام و قیام کا بہترین بدل عطا فرمائے اور عید کی حقیقی مسرتیں نصیب فرمائے۔ آمین

(ادارہ)

خطبہ حجۃ الوداع

(عبدالرشید ساہی)

فتحِ مکّہ کے بعد آفتاب رسالت ﷺ کی روشنی سے عرب کا ذرّہ ذرّہ جگمگا اٹھا۔ تمام قبائل واحزاب دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے **سورۃ النصر** نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اشارۃً واضح کیا کہ آپکا جلیل القدر فریضۂ نبوت پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہر بنی نوع انسان تک اسلامی تعلیمات پوری وضاحت کے ساتھ پہنچادی جائیں اور مناسک حج اور دوسرے احکامات کی عملی صورتیں اُمت کے سامنے آجائیں اس کیلئے آپؐ نے حج کا اعلان فرمادیا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ حج کی سعادت آپ ﷺ کے ہمراہ حاصل کر سکیں۔ اس شرف عظیم کے حصول کیلئے مسلمانوں کی ایک عظیم تعداد پہنچ گئی ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا گیا تو فضا "**لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ**" کی تقدس آمیز صداؤں سے گونج اٹھی اور فرزندان توحید حج بیت اللہ کی سعادت کیلئے مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی مکرم ومحترم ﷺ نے ہر موقع پر عوام کو مناسک حج سے آگاہ فرمایا۔ حج کی مشرکانہ رسوم ختم کردی گئیں۔ صدیوں بعد خالص سنت ابراہیمی کے مطابق حج کا مقدس فریضہ ادا کیا گیا۔ تمام مناسک حج ادا فرمانے کے بعد 9 **ذی الحجہ** کو میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر قصر سے پڑھائیں۔ جب دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر سوار ہو کر اہلِ ایمان سے خطاب فرمایا آپؐ کی اس تاریخی تقریر کو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا لب لباب ہے یہ اسلام کی سیاسی، سماجی اور تمدنی احکامات کا جامع مرقع ہے۔ اس کی مذہبی اور اخلاقی حیثیت ابدی اور لازوال ہے۔ نوع انسانی اور عالم اسلام کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات اور بہترین آئین ہے اگر عالم اسلام اس خطبہ کے نکات کی مکمل پاس داری کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو تمام

کائنات کی حکمرانی نہ ملے اور انسان دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہو جائیں۔ جب سے مسلمانوں نے حقیقی اتباع کو پس پشت ڈال دیا ہے ان کے مقدر میں صرف اور صرف رسوائی رہ گئی ہے۔ اغیار نے اسلامی اصول اپنا کر معاشرہ میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے اور اُمت مسلمہ محض زبانی نعروں اور سٹیج تقاریر تک محدود ہو گئی ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

نبی مکرم و محترم کے آخری خطبہ کا ایک ایک لفظ اُمت مسلمہ اور عالم انسانیت کی تقدیر بدلنے کیلئے کافی ہے۔ شاید اُمت مسلمہ نے اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ فرنگی کی غلامی قبول ہے، کاسۂ گدائی قبول ہے، بے حیائی قبول ہے مگر غلامی مصطفیٰ قبول نہیں ہے اگر قبول کر لیں تو حکمرانی مل سکتی ہے، عزت مل سکتی ہے دین و دنیا کی ساری دولت مل سکتی ہے، شان و سرفرازی مل سکتی ہے حیاء و وقار مل سکتا ہے اگر ایک خدا کا خوف اختیار کر لیں تو انسان کو ہر قسم کے خوف سے نجات مل سکتی ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے   ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

خطبہ کے اہم نکات : سب سے پہلے نبی مکرم ﷺ و محترم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ان الفاظ مبارک سے فرمائی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں اور ہم اللہ ہی سے نفس کی تمام برائیوں اور اپنے عمل کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائیں اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں اور اس کی عبادت پر پُرزور طریقے سے آمادہ کرتا ہوں۔ میں اس سے ابتداء کرتا ہوں جو سراسر بھلائی ہے ارشاد فرمایا

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو مجھے خبر نہیں کہ تم سے دوبارہ اس مقام پر مل سکوں گا۔ ارشاد فرمایا: خبردار! زمانہ جاہلیت کے تمام دستور کو میں اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں۔ لوگو! بیشک تمہارا ربّ ایک ہے، تمام انسانیت کا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے سبب اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی جہالت اور آبا وٗ اجداد پر فخر کو مٹا ڈالا ہے۔ خدا سے ڈرنے والا مومن ہے اس کا نافرمان شقی۔ تم سب کے سب اولادِ آدم ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے۔ ارشاد فرمایا لوگو! تمہارے جان و مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی، اس شہر مکہ کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ دیکھو! تمہیں خدا کے ہاں ایک روز حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا کہ تم نے اس کی عطا کردہ زندگی اس کے احکام کے مطابق بسر کی یا کہ من مرضی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

اگر خطبہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو کیا ہم گمراہ نہیں ہو گئے ہیں کہ انسانی خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے، انسان ہی انسان کا شکار کر رہا ہے، ناحق گردنیں ماری جا رہی ہیں انسانیت نہ مسجدوں میں محفوظ ہے نہ مدرسوں میں نہ گرجا گھروں میں محفوظ ہے اور نہ ہی مندروں میں نہ گلیوں میں اور بازاروں میں محفوظ ہے نہ کسی کا گھر محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی ڈیرہ محفوظ ہے۔ کیا پھر بھی ہم مسلمان کہلوا رہے ہیں کیا پھر بھی ہمیں غلامی رسول ﷺ کا دعویٰ ہے کیا پھر بھی ہمیں مصطفیٰ کریم کے اُمتی ہونے کا دعویٰ ہے۔ دوستو! غور کرو اور مطالعہ کرو کہ اسلام کا درس کیا ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے لیکن ہم کیا کر رہے ہیں ہم تو درندوں سے بھی بدتر ہیں پیار، محبت، احسان، صلہ رحمی اور مروت جیسے حسین اوصاف کو چھوڑ رکھا ہے، جذبے تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔

نبی مکرم و محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔

اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہوتو وہ اس کے مالک کو واپس کردے۔ارشاد فرمایا سود کو موقوف کیا جاتا ہے ہاں تمہارا اصل سرمایہ تمہیں مل جائے گا۔نہ تم ظلم کرواور نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے گا۔اللہ نے سود کو ختم کرنے کا فیصلہ فرمادیا ہے اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔لوگو! تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو چکا ہے لیکن دیگر چھوٹے گناہوں میں اطاعت کئے جانے پر خوش ہے اس لئے اس سے اپنا دین محفوظ رکھو۔

لوگو! اپنی بیویوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔غلاموں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو ایسا ہی ان کو پہناؤ اللہ تعالیٰ نے وراثت میں ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کیلئے وصیت جائز نہیں لڑکا اس کا ہے جسکے بستر پر پیدا ہو۔زانی کے لئے کنکریاں ہیں اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے عورت کو اپنے شوہر کے بغیر بولنا بھی جائز نہیں قرض ادا کیا جائے عطیہ لوٹایا جائے ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے باپ کے جرم کا بیٹا اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی کٹی ہوئی ناک والا حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تمہیں اللہ کی پاک کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔

لوگو! میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ ہی کوئی نئی اُمت پیدا ہونے والی ہے خوب سن رکھو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو نماز پنجگانہ ادا کرو سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔زکوٰۃ اور بیت اللہ کا حج ادا کرو۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کا قرآن اور دوسری میری سنت۔جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے اس جامع خطبہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مجمع سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔لوگوں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری بابت تم سے سوال کرے گا تم کیا

جواب دو گے صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم کہیں گے اے پروردگار عالم آپ ﷺ نے ہم تک تمہارا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگشت مبارک اٹھائی اور فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا فقرہ تین مرتبہ ادا فرمایا پھر لوگوں سے فرمایا جو لوگ اس وقت موجود ہیں جو موجود نہیں ہیں ان تک میرا پیغام پہنچا دیں۔

یہ خطبہ حریت انسانی کا بین الانسانی اور بین الاقوامی منشور ہے اس میں نوع انسانی کو پہلی مرتبہ برابری، مساوات اور مواخات کے ذریں اور ابدی اصول فراہم کئے گئے اس خطبہ نے انسانوں کو انسان کی غلامی سے نجات دلوائی اور جو بندے خدائی سند لینا چاہتے تھے انہیں بلندی سے اتار کر دوسرے انسانوں کے برابر کر دیا اور جو بندے ذلت، پستی اور ظلم کا شکار تھے انہیں دوسرے انسانوں کے برابر کر دیا اور معاشرہ میں سرفرازی اور سربلندی عطا فرمائی حضور اکرم ﷺ کی زبان اطہر سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ انسانیت کے لئے اکسیر ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

جو دربار رسالت کے فقیر ہیں آدمی بے نظیر ہیں جن انسانوں کا (Connection) گنبد خضریٰ سے ہو جاتا ہے وہی اصل میں امیر ہوتے ہیں۔ ہر آنکھ ان کو نہیں پہچان سکتی لیکن وہ زمانے کے سلطان ہوتے ہیں اطمینان قلب اور بے نیازی ان کی شان ہوتی ہے۔

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت　　فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے جو الفاظ زبان اطہر سے ادا کئے ہیں وہ انسانی حقوق کا ایسا منشور ہے جو رہتی دنیا تک نہ صرف مسلمان کے لئے بلکہ سارے بنی نوع انسانوں کیلئے سرچشمہ ہدایت رہے گا ان اصولوں کی افادیت کبھی زوال پذیر نہ ہوگی اس خطبہ کے زریں اصولوں پر عمل کرنے والے انسان ہمیشہ مسرور و خوشحال رہیں گے۔ اس آخری پیغام میں ہادی برحق نے مسلمانوں کی دینی و دنیاوی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں رہنما اصول دیئے ہیں

جو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اس کا نقطہ آغاز اللہ اور اسکے بندے کے درمیان صحیح تعلق کی وضاحت کرتا ہے یہ خطبہ اسلام کے معاشرتی نظام کی راسخ بنیادیں فراہم کرتا ہے۔عورتوں اور غلاموں کے حقوق،خون مسلم کا احترام،سود کا خاتمہ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا معاشرتی نظام استوار ہے۔سیاسی نقطہ نظر سے یہ خطبہ اسلام ہی میں تمام اقوام عالم کیلئے عظیم منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ نظام نوع انسانی کے لئے پیغام برکت وراحت ہے اس لئے عظیم سکالر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس خطبہ کو "انسانیت کا منشور اعظم" قرار دیا ہے۔آخری خطبہ کے موقع پر خالق حقیقی نے آخری وحی نازل فرمائی اور تکمیل دین کی نوید سنا دی۔

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔صاحب قرآن نے انسانیت کو وہ اصول بتا دیئے جو انسانی زندگی کی کامیابی و کامرانی کے ضامن ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں وضاحت فرما دی کہ اگر تم میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرے پیارے محبوب مصطفےٰ کریم ﷺ کی اتباع اختیار کر لو۔رب کریم نے انسانیت پر اتنے احسانات فرمائے کہ گنتی ناممکن ہے لیکن کوئی احسان جتایا نہیں مگر جب اپنے پیارے محبوب رسول ﷺ کو بھیجا تو فرمایا کہ میں نے تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ تم میں اپنا محبوب رسول ﷺ مبعوث فرمایا ہے شاعر کہتا ہے

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے اگر ہو اس میں خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔

الرحمٰن بقرآن اور صاحب قرآن لازم و ملزوم ہیں میری دوستوں سے التماس ہے کہ خدائی رازوں کو پانے کے لئے آج سے ہی ترجمہ کے ساتھ قرآن پاک کا مطالعہ شروع کر لیں مجھے قبلہ ڈار صاحب نے خصوصی ہدایت فرمائی۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

عیدالفطر

(نئے عزم وشعور کے ساتھ زندگی کے آغاز کادن)

(مولاناوحیدالدین خان)

عید کادن روزوں کے مہینہ کےفوراًبعد آتا ہے۔ایک مہینہ کی روزہ دارانہ زندگی گزارنے کے بعد مسلمان آزادی کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔اللہ کاشکرادا کرتے ہیں۔صدقہ وخیرات کے ذریعہ غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں عید کی اسپرٹ کو بتاتی ہیں۔عید کی اسپرٹ اللہ کویاد کرنا ہے۔اپنی خوشیوں کے ساتھ لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہونا ہے۔اپنے مقصد کو حاصل کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق ادا کرنا ہیں۔اس بات کے لئے عمل کرنا ہے کہ خدا کی دنیا ساری انسانیت کے لئے خوشیوں کی دنیا بن جائے۔روزے کا مہینہ گویا تیاری اوراحتساب کا مہینہ تھااس کے بعدعید کا دن گویا نئے عزم اور نئے شعور کے ساتھ زندگی کے آغاز کادن ہے۔عید کا دن دوبارہ نئے حوصلوں کے ساتھ مستقبل کی طرف اپنا سفر شروع کرنے کادن ہے۔روزہ اگر ٹھہراؤ تھاتو عید ٹھہراؤ کے بعد آگے کی طرف اقدام۔

روزہ ایک اعتبار سے سمٹنے کا لمحہ تھااور عید ازسرنو پھیلنے اورآگے بڑھنے کا لمحہ۔روزے میں آدمی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے ایک محدود مدت کے لئے کٹ گیا تھا حتیٰ کہ اس نے اپنی فطری ضرورتوں تک پر پابندی لگادی تھی۔یہ دراصل تیاری کا وقفہ تھا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ باہر دیکھنے کی بجائے اپنے اندر کی طرف دھیان دے۔وہ اپنے آپ میں وہ ضروری اوصاف پیدا کرے جو زندگی کی جدوجہد کے دوران اس کے لئے ضروری ہیں اور جن کے بغیر وہ کاروبار حیات میں مفید طور پر اپنا حصہ ادا نہیں کرسکتا۔مثلاً صبر وبرداشت،اپنی واجبی حد کے اندر رہنا،منفی نفسیات سے اپنے آپ کو بچانا،اس قسم کا ایک پرمشقت تربیتی مہینہ گزار کر وہ دوبارہ زندگی کے میدان میں واپس آیا ہے اور عید کے تہوار کی صورت میں وہ اپنی زندگی کے نئے دور کا افتتاح کررہا ہے اس طرح عید کادن مسلمانوں کے لئے آغاز حیات کادن ہے۔روزے نے آدمی کے اندر جواعلیٰ صفات پیدا کی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ سماج کا زیادہ بہتر ممبر بن جاتا ہے۔

اب وہ اپنے لئے بھی پہلے سے بہتر انسان ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی پہلے سے بہتر انسان۔

روزے میں آدمی نے بھوک پیاس برداشت کی تھی۔اب باہر آ کر وہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی ناخوشگواریوں کو برداشت کرتا ہے۔روزے میں اس نے اپنی سونے اور جاگنے کے معاملات کو بدلا تھا۔اب وہ وسیع تر انسانی مفاد کے لئے اپنی خواہشوں کو قربان کرتا ہے۔ روزے میں اس نے عام دنوں سے زیادہ خرچ کیا تھا۔اب باہر آ کر اپنے حق سے زیادہ لوگوں کو دینے کی کوشش کرتا ہے۔روزے میں وہ بندوں سے کٹ کر خدا کی طرف متوجہ ہوا تھا اب باہر آ کر سطحی چیزوں میں الجھنے کی بجائے بلند مقصد کے لئے متحرک ہوتا ہے۔روزے میں وہ اپنی خواہش کو روکنے پر راضی ہوا تھا۔اب باہر کی دنیا میں وہ یہ کرتا ہے کہ وہ اپنے حقوق سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں پر نظر رکھنے والا بن جاتا ہے۔روزے سال کے ایک مہینہ کا معاملہ تھا تو عید سال کے گیارہ مہینہ کی علامت ہے۔روزے میں صبر،عبادت،تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کے مشاغل تھے۔اب عید سے جدوجہد حیات کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔روزہ اگر انفرادی سطح پر زندگی کا تجربہ تھا تو عید اجتماعی سطح پر زندگی میں شریک ہوتا ہے۔روزہ اگر اپنے آپ کو خدا کے نور سے منور کرنے کا وقفہ تھا تو عید گویا ساری دنیا میں اس کی روشنی کو پھیلانے کا اقدام ہے۔روزہ اگر رات کی تنہائیوں کا عمل تھا تو عید دن کے ہنگاموں کی طرف صحت مند پیش قدمی ہے۔

روزہ جس طرح محض بھوک پیاس نہیں اسی طرح عید بھی کسی کھیل تماشے کا نام نہیں۔دونوں کے ظاہر کے پیچھے گہری معنویت چھپی ہوئی ہے۔روزہ وقتی طور پر عالم مادی سے کٹنا اور عید دوبارہ عالم مادی میں واپس آ جانا ہے۔روزہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش ہے اور عید اس سے زیادہ بہتر سال کا آغاز ہے جو روزے کے بعد روزہ داروں کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

عید دراصل نئی زندگی شروع کرنے کا دن ہے۔عید کا پیغام ہے کہ مسلمان نئی ایمانی قوت اور نئے امکانات کی روشنی میں از سر نو زندگی کی جدوجہد میں داخل ہوں۔ان کا سینہ خدا کے نور سے روشن ہو۔ان کی مسجدیں خدا کے ذکر سے آباد ہوں۔ان کے گھر تواضع کے گھر بن جائیں سارے مسلمان متحد ہو کر وہ جدوجہد شروع کریں جس کے نتیجے میں انہیں دنیا میں خدا کی نصرت ملے اور آخرت میں خدا کی جنت۔

بیاد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ

(مرسلہ: عتیق احمد عباسی)

لوگ کہتے ہیں کہ ایک بیدار انسان چل بسا
ہم یہ کہتے ہیں ہمارا رہنما جاتا رہا

جس کے نغموں نے خزاں میں پھونک دی روحِ بہار
باغ سے وہ بلبل شیریں جاتا رہا

نبضِ ملت پہ رکھے کون اپنی انگلیاں
درد باقی رہ گیا ، درد آشنا جاتا رہا

کس کی باتیں ہماری محفلیں گرمائیں گی
وعظ و تقریر و خطابت کا مزہ جاتا رہا

ہائے وہ رکعت کہ جو پوری نہ ہو کر رہ سکی
مقتدی سجدے میں تھا اور مقتداء جاتا رہا

ایک مجاہد، ایک قلندر، ایک مسلمان اٹھ گیا
ایک شیدائے مصطفیٰ ﷺ جاتا رہا۔

(ماہرؔ)

دُعائے مغفرت

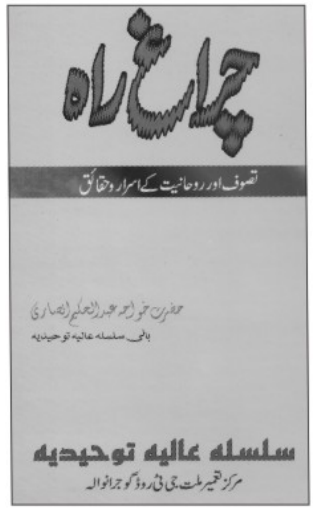
شیخ سلسلہ محمد یعقوب صاحب کے خالہ زاد بھائی

حاجی احمد بقضائے الٰہی وفات پا چکے ہیں

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اورتصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

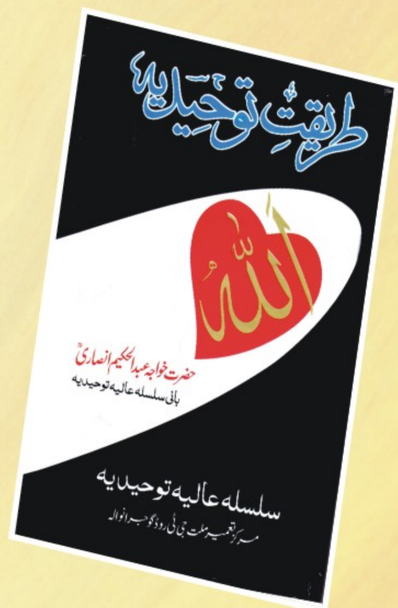


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورنا گزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com